Spot CMYK#Waheed

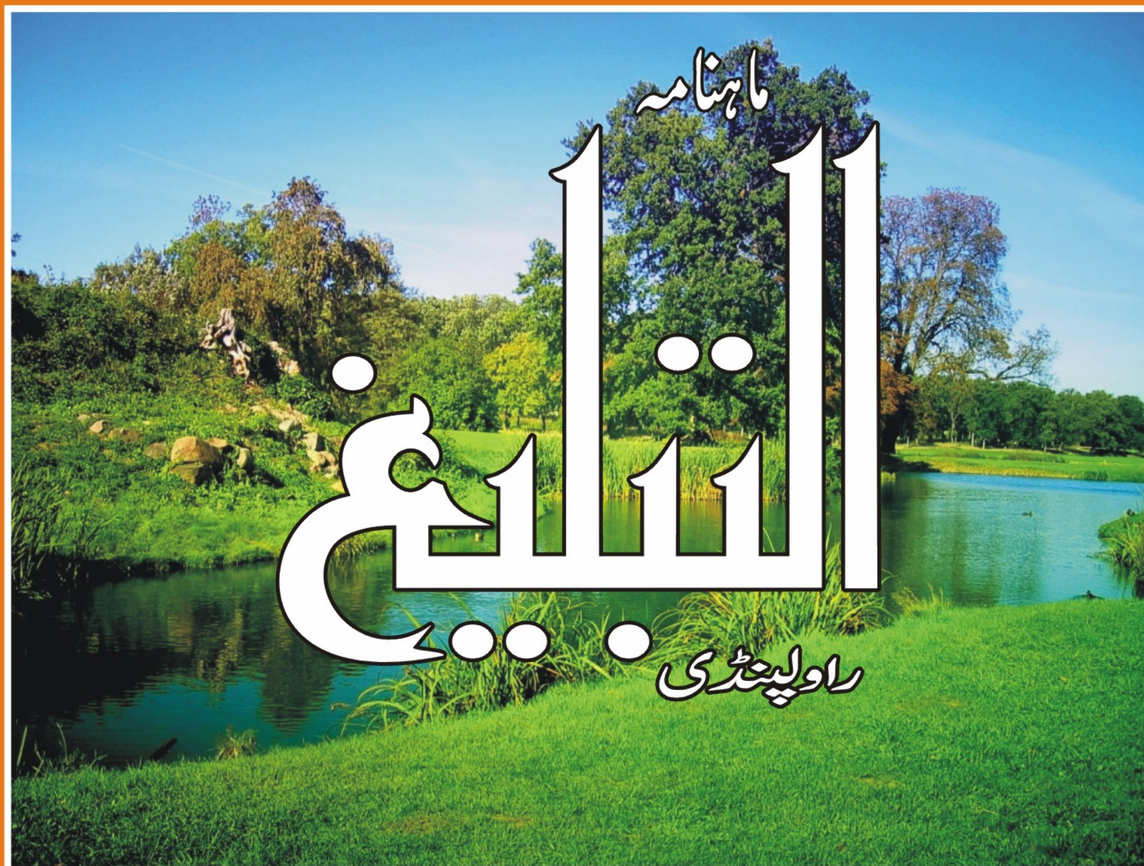

ماہنامہ

# التبلیغ

راولپنڈی

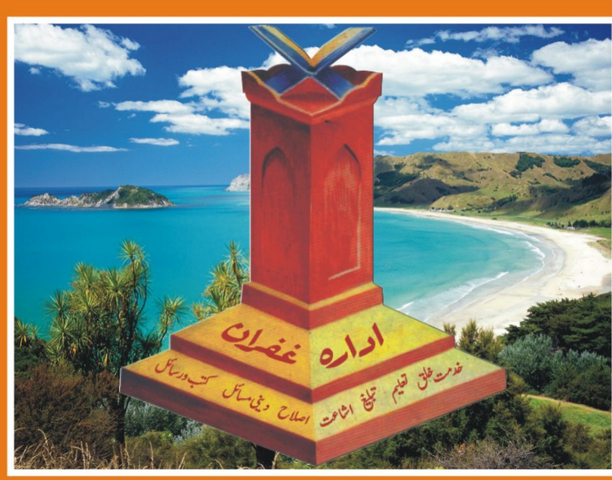

ماہنامہ

# التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

**مجلسِ مشاورت**

مفتی محمد یونس، مفتی محمد امجد، حکیم محمد فیضان، غفار الحق

فی شمارہ............25 روپے

سالانہ..............300 روپے

**پبلشرز**

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

**خط و کتابت کا پتہ**

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

**قانونی مشیر**

الحاج غلام علی فاروق

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

**ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں**

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا


برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

# ترتیب وتحریر

صفحہ


اداریہ .................میڈیا کا جھوٹ عام کرنے میں کردار.....................مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۸۰)... تحویلِ قبلہ کے ذریعہ سے متبعین ومنقلبین کا امتیاز وامتحان...// // ۵

درسِ حدیث .........تہجد اور نوافل کا بلا جماعت گھر میں پڑھنا افضل ہے.........// // ۱۲

**مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ**

دیباوحریر میں شرارے نہ لپیٹ (اِس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟ قسط۱۸)..............مفتی محمد امجد حسین ۱۹

ایک مہاجر فی سبیل اللہ کا سفرِ آخرت (تیسری وآخری قسط)..............مولوی محمد ابراہیم خلیل ۲۵

قلعہ روہتاس اور کھیوڑہ (کوہستانِ نمک) کا ایک سفر (تیسری وآخری قسط).....مفتی محمد امجد حسین ۲۸

ناجائز اشیاء کی تجارت سے بچیے (قسط۳)........................................مفتی منظور احمد ۳۳

تداعی کے ساتھ جماعتی ذکر (چند شبہات کا ازالہ) (قسط۶)...............// // ۳۶

ماہِ ربیع الآخر: پانچویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات.............مولانا طارق محمود ۳۹

رشتہ داروں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا .................................مفتی محمد رضوان ۴۲

علم کے مینار.........سرگذشت عہدِ گُل (قسط۴۴)..........مفتی محمد امجد حسین ۴۷

تذکرۂ اولیاء: ........ مثنوی کے منتخب اشعار مع تشریح (تذکرہ مولانا رومی کا: قسط۱۰)...// // ۵۴

پیارے بچو! ........... پہاڑ پر رہنے والے بڑے میاں.............مولانا محمد ناصر ۵۹

بزمِ خواتین ........... ایک آسان اور مفید وظیفہ.................مفتی ابوشعیب ۶۲

آپ کے دینی مسائل کا حل... بیکٹیریا اور مائیکروبس کے استعمال اور خرید وفروخت کا حکم...... ۶۶

کیا آپ جانتے ہیں؟...... نماز میں قبلہ کی طرف رخ کرنے کا حکم.........مفتی محمد رضوان ۷۴

عبرت کدہ ......... حضرت یوسف علیہ السلام (قسط۱۱)..................ابوجویریہ ۸۶

طب وصحت.......... کھجور کے فوائد وخواص (قسط۳)...........مفتی محمد رضوان ۸۹

اخبارِ ادارہ .......... ادارہ کے شب وروز......................مولانا محمد امجد حسین ۹۳

اخبارِ عالم ......... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں.........................ابورملہ ۹۴


Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**اداریہ**

مفتی محمد رضوان

# میڈیا کا جھوٹ عام کرنے میں کردار

اس دور میں اکثر لوگ مختلف ذرائع ابلاغ اور میڈیائی دنیا سے جڑ گئے ہیں، اور دنیا جہان کے حالات وواقعات اور معلومات سے واقفیت کا انحصار غالب بلکہ اغلب حدتک میڈیا پر ہوکررہ گیا ہے۔

ٹی، وی، انٹرنیٹ گھر گھر پہنچ گیا ہے، یومیہ، اور ہفتہ وار اخباروں اور ریڈیو کا سلسلہ الگ ہے، اور موبائل فون کے ذریعہ بھی بے شمار خبر رسانیوں کا کام لیا جارہا ہے، لیکن ذرائع ابلاغ اور میڈیا کی دوسری خرافات ومنکرات سے قطع نظر خبر رسانی، واقعات کی ترسیل اور حالات کے تجزیہ وتحلیل میں کردار اور طرزِ عمل بالعموم بہت ہی نامناسب، مایوس کن، خلطِ مبحث پر مشتمل، مکروفن اور دجل وتلبیس بن کررہ گیا ہے، مختلف مادی اور مالی مفادات اور سفلی اغراض کو ملحوظ رکھ کر، سچ کو جھوٹ، جھوٹ کو سچ، حق کو باطل، باطل کو حق، مظلوم کو ظالم، ظالم کو مظلوم، نان ایشو کو ایشو، اور ایشو کو نان ایشو بنانا، میڈیا کے سامری جادوگروں اور بازی گروں کا پیشہ اور وطیرہ اور ان کے مشاغل روز وشب کا بڑا حصہ بن گیا ہے، جس کی وجہ سے ان کے کسب وکمائی کی بھاری مقدار بھی اسی باطل عمل کا نذرانہ وشکرانہ ہوتی ہے۔

بعض اوقات پوری دنیا کے سامنے علی الاعلان جھوٹ کا ارتکاب کیا جاتا ہے، جھوٹ وپروپیگنڈہ ہونے کو جاننے کے باوجود بھی لوگ اس میں دلچسپی لیتے اور اس سے وابستگی وتعلق رکھتے ہیں، پھر ڈھٹائی کے ساتھ اپنی نفسانی ودنیاوی وجاہی خواہشات واغراض کی بنیاد پر جھوٹ بولنے اور جھوٹی اور مصنوعی خبر نشر کرنے کا معاملہ انٹرنیشنل میڈیا، یا پھر سرکاری میڈیا تک محدود وخاص نہیں رہا، بلکہ پرائیویٹ میڈیا بھی اس میں پیش پیش ہے، اور دنیا بھر اور ملک کے موجودہ انتشار وخلفشار اور فتنوں وخرابیوں کا ایک حدتک ذمہ دار بھی۔

ان حالات میں میڈیا سے تعلق قائم رکھنے کے بعد انسان کا حقیقت اور سچ پر قائم رہنا انتہائی مشکل کام ہے، مسلسل تجربات ومشاہدات سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ موجودہ حالات میں مروجہ ذرائع ابلاغ پر سچ اور جھوٹ کا دارومدار نہیں رکھا جاسکتا۔

دوسری طرف عام لوگوں کے مزاج میں کسی بات کی تصدیق وتکذیب کی تحقیق کا صحیح ذوق بھی نہیں رہا، جس کی وجہ سے یہ توقع بھی نہیں کہ آسانی سے جھوٹ کی تکذیب اور سچ کی تصدیق کی جاسکے، اور جھوٹے

Idara Ghufran

پروپیگنڈے اور دجل وفریب اور حق و باطل کی تلبیس سے بچا جاسکے۔

اس لئے حق و باطل کو سمجھنے اور سچ اور جھوٹ میں امتیاز کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان میڈیائی دنیا سے نکل کر اپنی سوچ وسمجھ کا صحیح استعمال کرے، اور حقائق وغیر حقائق اور حق و باطل میں امتیاز کی کوشش کرے، جو کہ اس وقت تک ممکن نہیں، جب تک میڈیائی دنیا سے کسی حد تک اپنے دامن کو بچا کر نہ رکھا جائے، اور شریعت کے بیان کردہ تصدیق وتکذیب کے اصولوں کو اختیار نہ کیا جائے۔

اس سلسلہ میں قرآن مجید کا واضح فیصلہ یہ ہے کہ:

**یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَھَالَۃٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ** (سورۃ الحجرات، آیت ۶)

’’اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو، پس کہیں کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا بیٹھو، پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے‘‘

قرآن مجید کے اس فیصلہ سے واضح ہوا کہ فاسق کی خبر کا اعتماد نہیں کرنا چاہئے، جب تک پوری تحقیق وتفتیش سے اصل واقعہ صاف طور پر معلوم نہ ہو جائے، ممکن ہے کہ کسی فاسق شخص نے کسی فاسد غرض سے کوئی جھوٹی بات کہہ دی ہو۔

جب فاسق کی بات کی بھی تحقیق کر لینے کا حکم ہے، تو کافر کی بات کا معاملہ تو اور زیادہ کمزور ہے، اس کی بات کی تحقیق کیونکر ضروری نہ ہوگی؟ اور عام طور پر اگر میڈیا کے ذمہ دار کافر نہ ہوں، تو فاسقوں کی اکثریت میں تو شبہ نہیں۔ [۱]

---

[۱] اس سلسلہ میں ایک تازہ واقعہ اسامہ بن لادن کی شہادت کا ہے، اس سے پہلے بھی مختلف موقعوں پر اس قسم کے دعوے کئے جاتے رہے ہیں، ظاہر ہے کہ اس قسم کے واقعات کی تصدیق میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے، اور اگر تحقیق ممکن نہ ہو تو، تو ایسے واقعات کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دینے میں ہی عافیت ہے۔

(سورہ بقرہ قسط۸۰، آیت۱۴۳،۱۵۰) مفتی محمد رضوان

# تحویلِ قبلہ کے ذریعہ سے متبعین و منقلبین کا امتیاز و امتحان

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ(۱۴۳)

ترجمہ: اور ہم نے اُس قبلہ کو جس پر آپ (پہلے) تھے، صرف اس لئے مقرر کیا تھا تاکہ ہم جان لیں کہ کون رسول کی اتباع کرتا ہے، اس کے مقابلہ میں جو الٹے پاؤں پھر جاتا ہے، اور بے شک یہ بات (قبلہ بدلے جانے کی) بڑی گراں ہوئی، مگر ان لوگوں پر (گراں) نہیں ہوئی، جنہیں اللہ نے ہدایت عطا فرمائی، اور اللہ ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دے، بے شک اللہ تو لوگوں کے ساتھ بہت شفیق، نہایت رحم فرمانے والا ہے(۱۴۳)

## تفسیر وتشریح

مطلب یہ ہے کہ ایک قبلہ سے دوسرے قبلہ کی طرف پھیرنے میں یقین اور شک والے لوگوں کا امتحان وآزمائش اور ان دونوں قسم کے لوگوں کو الگ اور ممتاز کرنا مقصود ہے، کہ کون اللہ کے اس حکم کو بلا چون وچرا تسلیم کرتا ہے، اور کون اس سے انحراف کرتا ہے (ورنہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے ہر ایک کے بارے میں علم ہے) اور اللہ تعالیٰ نے اس امتحان وامتیاز کی وضاحت اس طرح فرما دی کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عطا فرمائی ہوئی ہدایت پر ہیں، وہی اس آزمائش میں کامیاب رہ سکتے ہیں، اور اس کے برخلاف دوسرے لوگوں کے لئے اس آزمائش میں کامیاب ہونا انتہائی بھاری اور دشوار ہے۔

اور پھر جو یہ فرمایا کہ:

اللہ ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دے، بے شک اللہ تو لوگوں کے ساتھ بہت شفیق، نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

اس کا مطلب ایک حدیث کے مطابق یہ ہے کہ جو مسلمان بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا

Idara Ghufran

حکم ہونے کے زمانے میں اس کی طرف نماز پڑھتے رہنے کی حالت میں فوت ہوگئے، ان کی عبادت اللہ تعالیٰ ضائع نہیں فرمائیں گے۔

چنانچہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ تحویلِ قبلہ کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

وَكَانَ الَّذِى مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ قَبْلَ أَنْ تُحَوَّلَ قِبَلَ الْبَيْتِ رِجَالٌ قُتِلُوا، لَمْ نَدْرِ مَا نَقُولُ فِيهِمْ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ :(وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ)(بخاری،حدیث نمبر ۴۴۸۶)

ترجمہ: اور کچھ لوگ بیت اللہ کی طرف قبلہ کا حکم آنے سے پہلے (بیت المقدس کے) قبلہ کا حکم ہوتے ہوئے شہید ہوگئے تھے، جن کے بارے میں ہمیں خبر نہ تھی کہ ہم ان کے بارے میں کیا کہیں، تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ:

”وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ“

یعنی ”اللہ ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کردے، بے شک اللہ تو لوگوں کے ساتھ بہت شفیق، نہایت رحم فرمانے والا ہے“

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ:

صَلَاتَكُمْ بِالْقِبْلَةِ الْأُولَى وَتَصْدِيقَكُمْ نَبِيَّكُمْ وَاتِّبَاعَكُمْ إِيَّاهُ إِلَى الْقِبْلَةِ الْآخِرَةِ أَىْ لِيُعْطِيَكُمْ أَجْرَهُمَا جَمِيعًا (دلائل النبوة للبيهقى،ج۲ ص ۵۷۵، باب تحويل القبلة الى الكعبة)

ترجمہ: تمہارے پہلے قبلہ کی نماز پڑھنے اور تمہارے نبی کی دوسرے قبلہ کی تصدیق کرنے کو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں فرمائیں گے، بلکہ تمہیں ان دونوں باتوں کا اکٹھا اجر وثواب عطا فرمائیں گے (ترجمہ ختم)

## بیتُ المقدس سے بیتُ اللہ کی طرف تحویلِ قبلہ کا حکم

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَه وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ

(۱۴۴)

ترجمہ: تحقیق کہ ہم دیکھ رہے ہیں، آپ کے چہرے کو (وحی کے انتظار میں) آسمان کی طرف اٹھتے ہوئے، تو ہم ضرور آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیریں گے، جس کو آپ پسند کرتے ہیں، پس آپ اپنا منہ مسجدِ حرام کی طرف پھیر لیجئے، اور جہاں بھی تم ہو تو اپنا منہ اسی کی طرف پھیرا کرو، اور بے شک وہ لوگ کہ جن کو کتاب دی گئی، خوب جانتے ہیں کہ یہ حق ہے، ان کے رب کی طرف سے، اور نہیں ہے اللہ غافل ان کاموں سے، جو یہ کرتے ہیں (۱۴۴)

## تفسیر وتشریح

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت اللہ کو قبلہ بنائے جانے کے شوق کا ذکر فرما کر، بیت المقدس کے بجائے دوبارہ بیت اللہ کو قبلہ بنانے کا حکم فرمایا ہے۔

چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی قبلہ اور آپ کے کمالات کے مناسب خانہ کعبہ تھا اور یہ سب قبلوں سے افضل تھا، اور آپ کے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ بھی یہی تھا۔

اور دوسری طرف چند دنوں کے لئے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کے زمانے میں یہودی بھی یہ طعنہ دیا کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شریعت میں ہمارے مخالف اور ملت ابراہیمی کے موافق ہو کر ہمارا قبلہ کیوں اختیار کرتے ہیں۔

اس قسم کی وجوہات کی بناء پر جس زمانہ میں آپ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے، تو دل یہی چاہتا تھا کہ کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم آ جائے، اور اس شوق میں آسمان کی طرف بار بار منہ پھیر کر دیکھتے تھے، کہ شاید اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم آ جائے۔

اس پر سورہ بقرہ کی مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی۔

جس میں اللہ تعالیٰ نے پہلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق کا ذکر فرمایا، اور پھر آپ کے پسندیدہ قبلہ کی طرف رُخ کرنے کی بشارت سنا کر اس کا حکم بھی نازل فرما دیا۔

اور پھر اس حکم میں یہ اضافہ بھی فرما دیا کہ اب بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم کسی ایک جگہ یا مدینہ منورہ کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ جہاں کہیں بھی ہوں ان سب جگہوں کے لئے یہی حکم ہے کہ بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں۔

پھر ساتھ ہی اس کی وضاحت بھی فرمادی کہ اہلِ کتاب کو کعبہ کی طرف رخ کرنے کے حق ہونے کا علم ہے۔

اور وہ اس طرح سے کہ یہ جانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی غلط بات کا حکم نہیں فرماسکتے ، کیونکہ پہلی آسمانی کتابوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے برحق نبی ہونے کی بشارت موجود ہے۔

اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ پہلی آسمانی کتابوں میں اس چیز کی بھی خبر دے دی گئی تھی کہ نبی علیہ السلام کی شریعت میں بیت المقدس اور بیت اللہ دونوں کے بارے میں اس طرح قبلہ ہونے کا حکم آئے گا، اوران کا اصل قبلہ بیت اللہ ہی ہوگا۔

مگر معلوم ہونے کے باوجود ان کا اعتراض عناد اور حسد کی وجہ سے ہے۔

اور اللہ تعالیٰ ان کے کاموں سے غافل نہیں ہیں کہ حقیقت جان کر بھی ضد وعناد کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کی سزا دیں گے۔

(کذا فی: تفسیر روح المعانی ، تحت آیت ۱۴۴ من سورۃ البقرۃ، ج ۱ ص ۴۰۹،التفسیر المظھری، تحت آیت ۱۴۴ من سورۃ البقرۃ، ج ۱ ص ۱۴۵ )

بیت اللہ کے ساتھ ساتھ اطراف میں جو جگہ واقع ہے، اور اس میں طواف کیا جاتا ہے، اس کو مسجدِ حرام کہا جاتا ہے، اور مسجدِ حرام بول کر بیت اللہ بھی مراد لیا جاتا ہے۔

اور اس کو مسجدِ حرام کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہاں قتل وقتال کرنا اور جانوروں کا شکار کرنا اور درخت اور گھاس کا کاٹنا، اور اس طرح کی کئی چیزیں منع ہیں، اور کسی دوسری مسجد کی اتنی حُرمت وعظمت نہیں، جتنی کہ اس مسجد کی ہے۔

یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ یا بیت اللہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم فرمانے کے بجائے ''شطر المسجد الحرام''یعنی مسجدِ حرام کی طرف رُخ کرنے کا حکم فرمایا۔

اس میں امت کے لئے سہولت پیدا کرنا ہے، تاکہ بیت اللہ سے فاصلہ پر موجود لوگوں کو سہولت حاصل ہو، کیونکہ بیت اللہ یا کعبہ کے مقابلہ میں مسجدِ حرام کا رقبہ زیادہ وسیع ہے۔

اور لفظِ ''شطر'' لاکر دوسری سہولت یہ پیدا کردی گئی کہ ''شطر'' کے معنیٰ سمت کے آتے ہیں، تو اس لفظ سے یہ معلوم ہوگیا کہ جو لوگ بیت اللہ کے سامنے نہ ہوں، بلکہ اس سے غائب اور دور ہوں، ان کے لئے اس سمت کا رخ کرنا کافی ہے، جس سمت میں بیت اللہ اور مسجد حرام واقع ہے۔

Idara Ghufran

مثلاً مشرقی ممالک ہندوپاکستان کے لئے مغرب کی طرف رخ کر لینے سے قبلہ کی طرف رخ کرنے کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے۔

البتہ جو لوگ بیتُ اللہ کے عین سامنے (مثلاً مطاف میں) کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہوں، انہیں عین کعبہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے۔

احادیث وآثار سے یہ تقسیم وتفصیل معلوم ہوتی ہے، اور جمہور فقہائے کرام کا بھی یہی موقف ہے۔

اور فنِ ریاضی کے اصول سے چار جہات (مشرق ومغرب، شمال وجنوب) میں سے پوری ایک جہت جو کہ چوتھائی دائرہ کہلاتی ہے، وہ نوے درجات پر مشتمل ہے، جس کی رو سے بیت اللہ سے دائیں بائیں پینتالیس، پینتالیس درجے انحراف (اور مجموعی طور پر نوے درجے) تک نماز درست ہو جاتی ہے۔

اس سے زیادہ انحراف کی صورت میں نماز درست نہیں ہوتی۔ [1]

## اہلِ کتاب کسی دلیل سے بیت اللہ کے قبلہ ہونے کے قائل نہ ہونگے

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ (۱۴۵)

ترجمہ: اور اگر آپ لے آئیں، ان لوگوں کے پاس جن کو کتاب دی گئی، ہر نشانی، تو یہ لوگ آپ کے قبلہ کی اتباع نہیں کریں گے، اور آپ بھی ان کے قبلہ کی اتباع کرنے والے نہیں ہیں ، اور ان میں سے بعض بھی بعض کے قبلے کی اتباع کرنے والے نہیں ہیں، اور البتہ اگر آپ ان کی خواہشوں کی اتباع کریں گے، اس کے بعد بھی کہ آپ کے پاس اس کے بارے میں علم آچکا ہے، تو بے شک آپ اُس وقت ضرور ظلم کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے (۱۴۵)

## تفسیر وتشریح

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات واضح فرمائی ہے کہ اہلِ کتاب جو مسلمانوں کے بیت اللہ کا قبلہ ہونے

---

[1] ثم انه قدر تلک السعة فی الجهة بقدر ربع الدائرة وصرحوا بفساد صلاة من خرج عن مقدار الربع واذن یتحمل الانحراف فی الجهة عن الکعبة نفسها نحو خمس واربعین درجة کماحققهٔ الغزالی وغیره من المحققین ونظرا الیٰ تعریف الفقهاء (معارف السنن ج۳ص۳۷۷، باب ماجاء ان مابین المشرق والمغرب قبلة)

پرطرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں، وہ کیونکہ عناد اور ضد وحسد کی وجہ سے ہے، اس وجہ سے نہیں کہ ان کو حق بات معلوم نہ ہو، اس لئے ان کو اس سلسلہ میں جتنے بھی دلائل اور نشانیاں پیش کردی جائیں، وہ بیت اللہ کے قبلۂ حق ہونے کے ہرگز قائل نہ ہونگے، کیونکہ کسی کے سامنے دلیل اور نشانی پیش کرنے کی وجہ اس کے سامنے حقیقت کو ظاہر کرنا ہوتا ہے، اور یہ حقیقت سے پہلے ہی واقف ہیں، اور ان کے اختلاف واعتراض کی وجہ عناد اور ضد وحسد ہے، جو دلائل سے ختم نہ ہوگا۔

لہٰذا ان سے یہ توقع رکھنا بے کار ہے کہ یہ ہمارے قبلہ کی اتباع کریں گے، بلکہ وہ تو الٹی یہ ہوس رکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام اور آپ کے متبعین کو بھی بیت اللہ سے ہٹا کر اپنے قبلہ کی اتباع کرنے والا بنالیں۔

مگر وہ اپنی اس ہوس میں کبھی کامیاب نہ ہونگے، کیونکہ نبی علیہ السلام اور آپ کے متبعین کبھی ان کے قبلہ کی اتباع نہ کریں گے، اور قیامت تک بیت اللہ ہی قبلہ رہے گا۔

اور اہلِ کتاب مسلمانوں کو تو اپنے قبلہ کی اتباع کرنے والا بنانے کی ہوس رکھتے ہیں، اور اپنی حالت یہ ہے کہ خود قبلہ کے بارے میں متفق نہیں کہ یہود کا قبلہ صخرۂ بیت المقدس ہے اور نصاریٰ کا قبلہ بیت المقدس کی شرقی جانب ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نفخِ روح ہوا تھا، اور جب یہ اہلِ کتاب خود ہی باہم ایک دوسرے کے موافق نہیں، تو مسلمانوں سے ان کی اپنی اتباع کرنے کی ہوس رکھنا سراسر حماقت ہے۔

اور بالفرض والمحال تھوڑی دیر کے لئے اگر مان بھی لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آجانے کے باوجود اس کی مخالفت کرکے نعوذ باللہ، نبی اور آپ کی اتباع کرنے والے مسلمان، اہلِ کتاب کے قبلہ کی موافقت کرلیں، تو اس صورت میں یہ بھی ظلم کرنے والوں میں داخل ہوجائیں گے۔

اور اہلِ کتاب کے قبلہ کی اتباع کی تعبیر اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہشوں کی اتباع کرنے سے بیان فرمائی، جس سے معلوم ہوا کہ اہلِ کتاب کا اپنے قبلوں کی اتباع کرنا ان کی نفسانی خواہشات پر مبنی ہے، اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم قیامت تک کے لئے بیت اللہ کی طرف رخ کرنے کا آگیا، اس کے باوجود سابقہ اور منسوخ حکم پر قائم رہنا سراسر اپنی خواہشات کی اتباع ہی ہے۔

## اہلِ کتاب کا نبی کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچاننے کے باوجود حق چھپانا

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ(۱۴۶)

ترجمہ: وہ لوگ کہ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے، اسے اتنی اچھی طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور بے شک ان میں سے کچھ لوگ البتہ حق کو چھپاتے ہیں، حالانکہ وہ (اس کا حق ہونا) جانتے ہیں (۱۴۶)

## تفسیر وتشریح

کیونکہ پہلی آسمانی کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پیشین گوئی فرمادی گئی تھی، اور آپ کی بقدرِ ضرورت صفات بھی بیان کردی گئی تھیں، اس لئے اہلِ کتاب کے علماء کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ کے نبی ہونے کا علم تھا، اور جب یہ علم تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحویلِ قبلہ وغیرہ کے جو احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے جارہے تھے، ان کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا بھی علم تھا۔

اسی وجہ سے بہت سے مفسرین کے نزدیک اس آیت میں اہلِ کتاب کے اپنے بیٹوں کی طرح پہچاننے کے ذکر سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور بعض احادیث میں بھی اہلِ کتاب کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اولاد کی طرح پہچاننے کا ذکر ہے۔

اور بعض نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین مراد ہے، جس میں قرآن مجید اور تحویلِ قبلہ بھی داخل ہے۔

(کذافی:التفسیر المظھری، ج ۱ ص ۱۴۵، ۱۴۶، تحت آیت ۱۴۶ من سورۃ البقرۃ)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

خَرَجْتُ أَبْتَغِي الدِّينَ فَوَافَقْتُ فِي الرُّهْبانِ بَقَايَا أَهْلِ الْكِتَابِ، قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ :(يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَ هُمْ)وَكَانُوا يَقُولُونَ :هَذَا زَمَانُ نَبِيٍّ قَدْ أَظَلَّ يَخْرُجُ مِنْ أَرْضِ الْعَرَبِ لَهُ عَلَامَاتٌ، مِنْ ذَلِکَ شَامَةٌ مُدَوَّرَةٌ بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ، فَلَحِقْتُ بِأَرْضِ الْعَرَبِ، وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَأَيْتُ مَا قَالُوا كُلَّهُ، وَرَأَيْتُ الْخَاتَمَ، فَشَهِدَتُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ(المعجم الكبير للطبراني،حديث نمبر ۶۱۸۰) [۱]

ترجمہ: میں (اسلام لانے سے پہلے) دینِ حق کی تلاش میں نکلا، تو میں اہلِ کتاب کے کچھ

---

[۱] قال الهيثمي:رواه الطبراني، ورجاله ثقات(مجمع الزوائد ج۸ص ۲۴۱)

رہبان(دنیا سے الگ تھلگ رہ کر عبادت گزار بزرگوں)جوان میں سے چنے ہوئے لوگ تھے، سے ملا، جن کے بارے میں اللہ عزوجل نے یہ فرمایا کہ وہ ان کو اس طرح پہچانتے ہیں، جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں،اور وہ یہ کہا کرتے تھے کہ یہ اس نبی کا زمانہ ہے جو(دنیا میں) چھا جائیں گے، جو کہ عرب کی زمین سے نکلیں گے،ان کی کچھ نشانیاں ہیں،جن میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ ان کے دونوں شانوں کے درمیان گول تِل ہوگا، جو کہ نبوت کی مہر ہوگی، پس میں عرب کی زمین میں گیا،اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے،تو میں نے وہ ساری علامات دیکھیں، جوانہوں(رہبانوں) نے بیان کی تھیں،اور میں نے مہرِ نبوت کو بھی دیکھا، پھر میں نے یہ گواہی دی کہ''لاالٰہ الا اللہ''اور''محمد رسول اللہ''(یعنی توحیداور رسالت دونوں کا اقرار کیا)(ترجمہ ختم)

اور سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت کی طرح کا مضمون سورہ انعام میں بھی آیا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے کہ:

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَ هُمُ (سورة الانعام ، آیت ۲۰)

ترجمہ: وہ لوگ کہ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے،اسے اتنی اچھی طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں(ترجمہ ختم)

اور بیٹوں کا ذکر کرنے کی بظاہر وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ انسان کا بیٹوں کی طرف توجہ اور میلان اوران کے ساتھ رہن سہن بیٹیوں کے مقابلہ میں زیادہ ہوتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ ابناء سے مطلق اولاد مراد ہو'' فیکون ذٰلک من باب التغلیب''

(کذافی:تفسیر البحر المحیط،سورۃ البقرۃ)

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے لائے ہوئے دین بشمول تحویلِ قبلہ کے حکم کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچاننے کے باوجود اہلِ کتاب میں سے ایک فریق اس حق کو چھپا تا ہے،حالانکہ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ وہ حق کو چھپا رہا ہے۔اور اس کی وجہ وہی ہے جو پیچھے گزری،یعنی عناد اور ضد وحسد۔

## اللہ تعالیٰ کا حکم حق ہے،جس میں شک نہیں کرنا چاہئے

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ(۱۴۷)

ترجمہ: حق وہی ہے جو آپ کے رب کی طرف سے ہے، لہٰذا آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوجانا (۱۴۷)

## تفسیر وتشریح

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم قبلہ وغیرہ کے بارے میں آپ کی طرف آیا اور نازل ہوا ہے، وہی حق ہے، اوراس کے علاوہ جو دوسرے لوگ باتیں بناتے ہیں، وہ حق نہیں ہے، لہٰذا کسی کی باتوں سے اللہ تعالیٰ کے حکم میں ہرگز شک میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔

(کذافی: التفسیر المظهری، ج ۱ ص ۱۴۶، تحت آیت ۱۴۶ من سورة البقرة)

## دنیا میں ہر مذہب وملت والوں کا جُداگانہ قبلہ ہے

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ (۱۴۸)

ترجمہ: اور ہر ایک کے لئے ایک سمت ہے، جدھر وہ رخ کرتا ہے، پس تم خیر کے کاموں میں آگے بڑھو، جہاں بھی تم ہوگے، اللہ تم سب کو (حاضر کرکے) لے آئے گا، بے شک اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے (۱۴۸)

## تفسیر وتشریح

جو لوگ قبلہ کی تبدیلی پر اعتراض کررہے تھے، ان پر حجت پوری کرنے کے بعد مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت فرمائی کہ ہر قوم وملت کا ایک قبلہ ہے، جس کی طرف وہ لوگ رخ کرکے عبادت کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے بیت اللہ کو قبلہ بنادیا ہے، جو کہ سب سے افضل قبلہ ہے، اور جب ایسا ہے تو کسی سے الجھنے یا اس کی باتوں میں پڑنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم دیا گیا ہے، اس کو پورا کرنا چاہئے، اور خیر کے اور نیک کاموں میں آگے بڑھنا چاہئے۔

کیونکہ بالآخر سب کو اللہ تعالیٰ اپنے پاس جمع فرمائیں گے، اور پھر اس وقت سب اپنے اپنے قبلوں کے بجائے اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونگے، اور اپنے اپنے عمل کے مطابق سزا و جزا پائیں گے، اور اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے سامنے سب کو حاضر کرنا کوئی بھی مشکل نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

## بیت اللہ کے قبلہ ہونے کا دوسری مرتبہ تاکیدی حکم

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ(۱۴۹)

ترجمہ: اور آپ جہاں سے نکلیں، تو اپنا چہرہ (نماز میں) مسجدِ حرام کی طرف کرلیا کیجئے، اور بے شک یہ برحق ہے، آپ کے رب کی طرف سے، اور اللہ غافل نہیں ہے، اُن کاموں سے جو تم کرتے ہو(۱۴۹)

## تفسیر وتشریح

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دوسری مرتبہ بیت اللہ کی طرف رخ کرنے اور اس کو قبلہ بنانے کا حکم دیا ہے، جس سے اس حکم کی تاکید اور اہمیت کو بیان کرنا مقصود ہے، اور یہ بیان کرنا بھی مقصود ہے کہ بیت اللہ کو قبلہ بنانے کا حکم کسی ایک جگہ کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ جہاں کہیں بھی انسان ہو، اس کو اس جگہ سے بیت اللہ کی طرف رخ کرنے کا حکم ہے۔

اور بیت اللہ کو قبلہ بنانے کا حکم اللہ رب العزت کی طرف سے برحق ہے، جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

اب کون اس حکم پر کس طریقہ سے عمل کرتا ہے؟ یہ اس کا معاملہ ہے، اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال سے غافل نہیں ہیں، بلکہ پوری طرح باخبر ہیں، اور اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ ہر ایک کے ساتھ جزا وسزا کا معاملہ فرمائیں گے۔

## بیت اللہ کے قبلہ ہونے کا تیسری مرتبہ تاکیدی حکم اور اتمامِ حجت

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَه لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ(۱۵۰)

ترجمہ: اور آپ جہاں سے نکلیں، تو اپنا چہرہ (نماز میں) مسجدِ حرام کی طرف کرلیا کیجئے، اور تم جہاں کہیں بھی ہو، تو اپنے چہرے کو اسی کی طرف کرلیا کرو، تاکہ نہ ہو لوگوں کی تم پر کوئی حجت،

سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا ہے، پس تم ان سے نہ ڈرو، اور مجھ سے ہی ڈرو، اور تاکہ میں پوری کروں تم پر اپنی نعمت، اور تاکہ تم ہدایت حاصل کرو (۱۵۰)

## تفسیر وتشریح

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تیسری مرتبہ بیت اللہ کو قبلہ بنانے اور اس کی طرف رخ کرنے کا حکم فرمایا ہے، جس سے مقصود بیت اللہ کے قبلہ ہونے کی تاکید واہمیت کو بیان کرنا ہے، اور پھر تیسری مرتبہ تاکید حکم فرما کر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح فرمادیا کہ یہ بار بار حکم اس لئے دیا جارہا ہے، تاکہ دوسرے لوگوں کی طرف سے کوئی حجت باقی نہ رہے، اور بیت اللہ کا تاقیامت قبلۂ برحق ہونا پوری طرح واضح ہوجائے، اور اگر اس کے باوجود بھی کوئی حجت کرتا ہے، تو اس سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، کیونکہ ایسا کرنے والے خود ظالم اور گناہ گار اور قابلِ مؤاخذہ ہیں، پھر ان سے ڈرنے کی کیا ضرورت؟

بلکہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہی ڈرنے کی ضرورت ہے، جس کے سامنے ظالموں اور کافروں نے بھی حاضر ہونا ہے، اور مسلمانوں نے بھی۔

اور اللہ تعالیٰ نے آخر کو مسلمانوں کو یہ تسلی بھی دے دی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیت اللہ کو قبلہ بنانے کا یہ حکم اپنی نعمت کو پوری کرنے اور ہدایت عطا فرمانے کے لئے ہے، کیونکہ یہ سب سے افضل قبلہ ہے، جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے مقدر فرمایا ہے، اور دوسرے اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اس سے محروم رہے۔ اور اس کو قبلہ بنانے میں ہدایت کا پورا پورا سامان موجود ہے۔

Idara Ghufran

**درسِ حدیث** مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

# تہجد اور نوافل کا بلا جماعت گھر میں پڑھنا افضل ہے

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

**اِجْعَلُوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ مِنْ صَلَاتِکُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا** (بخاری، حدیث نمبر ۴۳۲، مسلم، حدیث نمبر ۷۷۷)

ترجمہ: تم اپنے گھروں میں بھی اپنی کچھ نمازیں پڑھا کرو، اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ جس طرح قبرستان میں نماز نہیں پڑھی جاتی، اسی طرح گھروں میں نماز نہ پڑھ کے ان کو قبرستان نہ بنایا جائے، بلکہ اپنے گھروں میں نفل نمازیں ادا کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ [۱]

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قَضٰى أَحَدُكُمُ الصَّلَاةَ فِیْ مَسْجِدِهٖ، فَلْيَجْعَلْ لِبَيْتِهٖ نَصِيْبًا مِنْ صَلَاتِهٖ، فَإِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ فِیْ بَيْتِهٖ مِنْ صَلَاتِهٖ خَيْرًا**

(مسلم، حدیث نمبر ۷۷۸)

---

[۱] (وعن ابن عمر قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-(اجعلوا فى بيوتكم) ، بكسر الباء وضمه (من صلاتكم) ، أى :بعض صلاتكم التى هى النوافل مؤداة فى بيوتكم، وقوله :من صلاتكم مفعول أول، وفى بيوتكم مفعول ثان، قدم على الأول للاهتمام بشأن البيوت، وإن من حقها أن يجعل لها نصيبا من الطاعات لتصير منورة ;لأنها مأواكم ومنقلبكم، وليست كقبوركم التى لا تصلح لصلاتكم، ولذا قال :(ولا تتخذوها) ، أى :بيوتكم (قبورا) : بأن تتركوا الصلاة فيها كما تتركونها فى المقابر، شبه المكان الخالى عن العبادة بالمقبرة والغافل عنها بالميت، وقيل لا تجعلوا بيوتكم مواطن النوم لا تصلون فيها، فإن النوم أخو الموت، وقيل :إن مثل ذاكر الله ومثل غير ذاكر الله كمثل الحى والميت الساكن فى البيوت، والساكن فى القبور، فالذى لا يصلى فى بيته جعله بمنزلة القبر، كما جعل نفسه بمنزلة الميت، وقيل :معناه لا تدفنوا فيها موتاكم ;لئلا يكدر عليكم معاشكم ومأواكم(مرقاة المفاتيح، ج۲ص ۱۰۶، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں نماز پوری کر چکے، تو اسے چاہئے کہ اپنے گھر کے لئے بھی اپنی نماز کا کچھ حصہ کرلے، پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کے گھر میں اس نماز کی وجہ سے خیر فرمادیں گے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ جو نمازیں با جماعت پڑھی جاتی ہیں، مثلاً فرض نماز با جماعت، اور جمعہ کی نماز، اور تراویح وعیدین کی نماز وغیرہ، ان کو گھر سے باہر مسجد میں ادا کرنے کے بعد گھر میں بھی نوافل وغیرہ کا اہتمام کرنا چاہئے، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گھر میں مختلف طرح کی خیر اور برکت عطا فرماتے ہیں، جس میں فرشتوں کی گھر میں حاضری اور رزق اور عمروں میں برکت جیسی چیزیں شامل ہیں۔

(کذافی: فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ۷۹۹، ج ۱ ص ۴۱۸، حرف الھمزۃ، مرقاۃ المفاتیح ج۳ص ۹۶۶، کتاب الصلاۃ، باب قیام شھر رمضان)

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فَصَلُّوا أَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوتِكُمْ، فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ(بخاری، حدیث نمبر ۷۳۱، واللفظ لہٗ، مسلم، رقم الحدیث ۷۸۱)

ترجمہ: اے لوگو! تم اپنے گھروں میں بھی نماز پڑھا کرو، کیونکہ آدمی کی افضل نماز اپنے گھر میں ہے، سوائے فرض نماز کے (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرض نمازوں کے علاوہ عام نوافل کو گھر میں پڑھنا افضل ہے، البتہ جو نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں، جیسے عید اور گرہن اور استسقاء کی نماز، وہ فرضوں کی طرح گھر میں پڑھنا افضل نہیں (مرقاۃ المفاتیح، ج۳ص ۹۶۵، کتاب الصلاۃ، باب قیام شھر رمضان)

اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تہجد اور صلاۃ اللیل کا بلکہ عام سنت نمازوں کا بھی عموماً گھر میں ہی تنہا بغیر جماعت کے ادا فرمانا ثابت ہے، اور جماعت کے ساتھ پڑھنا ثابت نہیں۔ [۱]

---

[۱] عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ :سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ تَطَوُّعِهِ؟ فَقَالَتْ :كَانَ يُصَلِّي فِي بَيْتِي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا، ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّي بِالنَّاسِ، ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، وَكَانَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، وَيُصَلِّي بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ، وَيَدْخُلُ بَيْتِي فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، وَكَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ فِيهِنَّ الْوِتْرُ، وَكَانَ يُصَلِّي لَيْلًا طَوِيلًا قَائِمًا، وَلَيْلًا طَوِيلًا قَاعِدًا، وَكَانَ إِذَا قَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ، وَإِذَا قَرَأَ قَاعِدًا رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَاعِدٌ، وَكَانَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ(مسلم، حدیث نمبر ۷۳۰، واللفظ لہٗ، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر ۱۲۵۱)

Iqra Ghufran

نیز صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام سے بھی سنن ونوافل کا گھر میں ادا فرمانا ثابت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبة،حدیث نمبر ۶۵۱۶و۶۵۲۰تا۶۵۲۱،و۶۴۲۳تا۶۴۳۰

ان احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ فرض اور جماعت سے پڑھی جانے والی نمازوں کے علاوہ نفل بلکہ سنت نمازوں کا بھی تنہا بغیر جماعت کے گھر میں پڑھنا افضل ہے، جس میں صلاۃ اللیل اور تہجد کی نماز بھی داخل ہے، کیونکہ یہ بھی نفل نمازیں ہیں۔ [۱]

البتہ اگر گھر میں نماز کا ماحول نہ ہو، تو پھر سنتیں مسجد میں ہی پڑھ لینا بہتر ہے۔

اور آج کل کیونکہ بہت سے لوگ اگر فرائض کے ساتھ مسجد میں سنتیں ادا نہ کریں، تو پھر وہ ان کو پڑھنے میں سستی اختیار کرتے ہیں، بلکہ گھر میں جا کر بھی ادا نہیں کرتے، ایسے لوگوں کے لئے سنت نمازوں کے مسجد میں پڑھ لینے میں ہی عافیت ہے۔ [۲]

---

[۱] فيـه استـحبـاب الـنـوافـل الـراتبة فـي البيـت كـمـا يستحب فيه غيرها ولا خلاف في هذا عندنا وبه قال الجمهور وسواء عندنا وعندهم راتبة فرائض النهار والليل قال جماعة من السلف الاختيار فعلها في المسجد كـلـهـا وقال مالك والثورى الأفضل فعل نوافل النهار الراتبة في المسجد وراتبة الليل في البيت ودليلنا هذه الأحـاديـث الـصـحيـحة وفيهـا التـصريح بأنه صلى الله عليه وسلم،يصلى سنة الصبح والجمعة في بيته وهما صـلاتـا نهـار مـع قـوله صلى الله عليه وسلم أفضل الصلاة صلاة المرء في بيته إلا المكتوبة وهذا عام صحيح صـريـح لا مـعـارض لـه فـليـس لأحـد الـعـدول عنه والله أعلم (شرح النووى،باب فضل السنن الراتبة قبل الفرائض وبعدهن وبيان عددهن)

(ويـدخل بيتي فيصلي ركعتين) : قال ابن الملك :فيـه دليل على استحباب أداء السنة في البيت، قيل :في زماننا إظهار السنة الراتبة أولى ليعلمها الناس .اهـ.أي :ليعلموا علمها، أو لئلا ينسبوه إلى البدعة، ولا شك أن متابعة السنة أولى مع عدم الالتفات إلى غير المولى(مرقاة المفاتيح،باب السنن وفضائلها)

الأفـضل في السنن حتى سنة المغرب المنزل أى فلا يكره الفصل بمسافة الطريق(ردالمحتار، ج ۱ ص ۵۳۰، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في بيان تاليف الصلاة الى انتهائها)

[۲] والأفـضـل فـي الـسـنـن أداؤهـا فـي المنزل إلا التراويح وقيل إن الفضيلة لا تختص بوجه دون وجه وهو الأصـح لكن كل ما كان أبعد من الرياء وأجمع للخشوع والإخلاص فهو أفضل كذا في النهاية وفي الخلاصة فـي سنة المغرب إن خاف لو رجع إلى بيته شغله شأن آخر يأتي بها في المسجد وإن كان لا يخاف صلاها في الـمـنـزل وكـذا فـي سائر السنن حتى الجمعة والوتر في البيت أفضل اهـ .(الـبـحرالرائق، ج ۲ ص ۵۳، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

وقال في شرح المنظومة لابن الشحنة إن الأظهر نقص الثواب بالمنافي والأفضل الإتيان بالسنن في البيت إن لم يخف شغلا حتى ما بعد الظهر والمغرب اهـ.وقال في الهداية الأفضل في عامة السنن والنوافل المنزل اهـ. وقـال الـكـمـال قـال الـبـعـض يـؤدى ما بعد الظهر والمغرب في المسجد لا ما سواهما وعامتهم على إطلاق الـجـواب كـمـا فـي الكتاب وبه أفتى الفقيه أبو جعفر قال إلا أن يخشى أن يشتغل عنها إذا رجع فإن لم يخف فالأفضل البيت(حاشية الشرنبلالى على الدرر الحكام شرح غرر الاحكام، ج ۱ ص ۱۲۳، كتاب الصلاة، باب اداراک الفريضة)

**مقالات ومضامین** (اِس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟ قسط۱۸) مفتی محمد امجد حسین

# دیباوحریر میں شرارے نہ لپیٹ

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِیَعًا یَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ یُذَبِّحُ اَبْنَاءَهُمْ وَیَسْتَحْیٖ نِسَاءَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ. وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَ. وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَنُرِیَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَحْذَرُوْنَ (سورة القصص، آیات نمبر ۴ تا۶)

''فرعون سرکشی کررہا تھا ملک میں اور کر رکھا تھا وہاں کے لوگوں کو کئی فرقے، کمزور کر رکھا تھا ایک فرقہ کو ان میں، ذبح کرتا تھا ان کے بیٹوں کو اور زندہ رکھتا تھا اُنکی عورتوں کو، بیشک وہ تھا خرابی ڈالنے والا۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ احسان کریں ان لوگوں پر جو کمزور ہوئے پڑے تھے ملک میں اور کردیں ان کو سردار اور کردیں ان کو قائم مقام۔ اور جمادیں ان کو ملک میں اور دکھا دیں فرعون اور ہامان کو، اور ان کے لشکروں کو ان کے ہاتھ سے جس چیز کا ان کو خطرہ تھا''

پہلی آیت میں فرعون کے کچھ اہم جرائم (جو فرعون کے بے شمار جرائم کے اصل الاصول ہیں) ذکر کر کے اس پر فردِ جرم عائد کی گئی ہے۔

## پہلا جرم

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ.

اپنی بڑائی اور سپر پاور ہونے کے زعمِ باطل میں مبتلا ہو کر اللہ کی زمین میں تکبر و سرکشی کررہا تھا۔

اپنی فوجوں اور افرادی قوت کی کثرت، خزانوں کی وسعت، مادی وسائل اور ذرائع پیداوار کی بہتات، اور طاقت واقتدار کی ایک لمبے عرصے تک طوالت سے موصوف کے دماغ میں یہ خنّاس سما گیا تھا کہ اپنے آپ کو مخلوق کی، رعایا کی زندگیوں کا، ان کی قسمت کا مالک سمجھنے لگا، اپنے آپ کو لوگوں کا ربّ اور معبود باور کرانے لگا، اس کی ربوبیت کا دعویٰ قرآن نے بایں الفاظ نقل فرمایا:

فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (سورہ والنازعات، آیت نمبر ۲۴)

پس اس نے کہا میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں۔

اور معبودیت کا دعویٰ اس کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مکالمہ اور دھمکی کے تناظر میں قرآن مجید نے یوں نقل کیا ہے:

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰـهًا غَيْرِىْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ (سورۃ الشعراء، آیت نمبر ۲۹)

(فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے) کہا کہ اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تمہیں قید کردوں گا۔

موسیٰ علیہ السلام جب اس کی جھوٹی خدائی کو للکارنے اور اس کی فرعونیت وقہرمانیت اور سپر پاور ہونے کے زعمِ باطل کو لتاڑنے لگے، تو موسیٰ علیہ السلام کی زبان بندی کرنے اور ان کو حق کا نعرہ مستانہ بلند کرنے سے باز رکھنے اور مظلوم و پسے ہوئے انسانوں کی ترجمانی کرتے ہوئے فرعون کی ریاستی مشینری کی طرف سے ان پر ڈھائے جانے والے مظالم پر صدائے احتجاج بلند کرنے سے ان کو روکنے کے لیے فرعون نے جہاں اور کئی حربے آزمائے، وہاں ایک حربہ موسیٰ علیہ السلام پر اپنے سابقہ احسانات جتلانے کا بھی آزمایا (یعنی ترہیب وسختی سے رام نہیں ہوتے، دھونس جمانے سے نہیں مانتے، تو چلو ترغیب واحسان سے رام کیا جائے)

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ (سورۃ الشعراء، آیت نمبر ۱۸)

(فرعون نے موسیٰ سے) کہا کیا ہم نے تم کو بچپن میں پرورش نہیں کیا اور تم نے برسوں ہمارے ہاں عمر بسر (نہیں) کی؟

فرعون کے اس وار کا جو حکیمانہ جواب موسیٰ علیہ السلام نے دیا، اور قرآن مجید نے نقل کیا، اس میں ہمارے ملک بلکہ اکثر اسلامی ممالک کی لیڈر شپ، حکمرانوں اور بیوروکریسی کے لیے قائدانہ ذمہ داریوں کے حوالے سے ایک سنہرا شرعی واخلاقی اُصول اور ایک بہترین راہِ عمل ہے، اور اسلامی دنیا کی موجودہ لیڈر شپ نے جو طرزِ عمل اپنایا ہوا ہے، یعنی طاغوتی طاقتیں زن، زر، زمین وغیرہ سے ان کو نواز کر اور نہال کر کے دولت ومادی مفادات کے سنہری جال میں ان کو جکڑ لیتے ہیں، پھر یہ سامراجی طاقتیں اس کی قیمت ان کے ذریعے اسلامی دنیا پر اپنی پالیسیاں ٹھونسنے، اقتصادی شکنجے میں مسلمان ملکوں کو جکڑنے، اپنے کلچر وثقافت کو اسلامی دنیا میں برآمد کر کے پورے اسلامی معاشرے کو لادینیت واباحیت کے رنگ میں رنگنے، طاغوتی ممالک کے ملٹی نیشنل کمپنیوں کی ان کی مارکیٹ وبازار میں اجارہ داری قائم کرنے، مادر پدر آزاد این جی اوز اور مشنری اداروں کا سامراجی وطاغوتی مقاصد کے لیے کام کرنے کی غرض سے اسلامی دنیا میں

جال بچھانے اور بغیر کسی روک ٹوک کے بلکہ بھرپور پروٹوکول اور سرکاری مراعات کے ساتھ ہماری نوخیز نسلوں کا شکار کرنے کی صورت میں وصول کرتے ہیں، موسیٰ علیہ السلام کا وہ حکیمانہ جواب قرآن مجید نے بایں الفاظ نقل کیا ہے:

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَاءِيْلَ (سورۃ الشعراء، آیت نمبر ۲۲)

مجھ پر تیرا کیا یہی وہ احسان ہے؟ جسے تو جتلا رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔

یعنی میرے اوپر اپنے احسانات وانعامات کی تُو یہ بھاری قیمت وصول کرنا چاہتا ہے کہ میری قوم بنی اسرائیل کو جن کی سیادت وقیادت، نبوت ورسالت عطا کر کے میرے رب نے مجھے سونپی ہے، تو غلام بنائے رکھے وہ سیاسی، تمدنی، معاشی، معاشرتی، نظریاتی ہر اعتبار سے تیرے اور تیری قوم کے تابع مہمل بنے رہیں، اور میں ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھا رہوں، اور تجھ سے ذاتی مفادات سمیٹ کر قوم کی غیرت ووقار، خود مختاری اور آزادی کو تیرے دربار میں صبح وشام نیلام کرتا رہوں، سیادت وقیادت اور لیڈرشپ کے جو تقاضے ہیں، ذمہ داریاں ہیں کہ قائد ورہنما اپنی قوم کے مفادات کی ہردم پاسداری کرے، خون کے آخری قطرے تک اس پر آنچ نہ آنے دے، اس سے میں بالکل دستبردار ہو جاؤں؟ یہ کبھی نہ ہوگا۔ ؎

کہ عنقا را بسنے بلند است آشیانہ　　　برو ایں دا بر مرغ دیگر بنہ

اللہ اکبر قرآن زندہ کتاب ہے، صحیفۂ ہدایت ہے، آج سے چودہ سو سال پہلے جس طرح یہ وحیِ الٰہی زندگی سے بھرپور اور انسانی سوسائٹی کی ساری پیچیدگیوں کو کھولنے والی، قوموں اور ملتوں کے مزمن امراض کی تشخیص کر کے نسخۂ شفاء تجویز کرنے والی تھی، آج بھی قرآن مجید کی آیاتِ بینات اسی آن بان شان کی حامل ہیں۔

ان ایک دو آیتوں میں ہی کس طرح کسی بھی زمانے کے طاغوت کی ذہنیت کا نقشہ کھینچ دیا، اور ایک خداپرست معاشرے، توحید کی پرستار قوم اور آسمانی شریعت وہدایت کی حامل امت کی لیڈرشپ اور قیادت کو موسیٰ علیہ السلام کا طاغوت وقت کو منہ توڑ جواب بتلا کر نمونہ فراہم کر دیا، کہ طاغوت مال ومنال، اور انعام واحسان کے راستے سے تمہیں رام کر کے اپنی قوم سے غداری پر اکسائیں، تو تمہارا ردِعمل کیا ہونا چاہیے اور ایسی صورت میں تمہارے لیے راہِ عمل کیا ہے؟

## فرعونی سامراج پر قرآن کی دوسری فردِ جرم

"وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا" یعنی فرعون نے اپنی وسیع وعریض سلطنت کی قلمرو میں اپنی رعایا میں طبقہ واریت

اور ایک خاص قسم کی فرقہ واریت قائم رکھنے کی پالیسی اختیار کر رکھی تھی، رعایا کی طبقاتی بنیادوں پر تقسیم کی تھی، بڑی تقسیم قبطی اور سبطی کی تقسیم تھی، قبطی فرعون کی اپنی قوم، مصر کی اصل آبادی تھی۔

سبطی بنی اسرائیل تھے، پیغمبروں کی اولاد، اولادِ یعقوب جو یوسف علیہ السلام کے زمانے میں فلسطین (شام) سے نقل مکانی کر کے مصر گئے تھے، اور وہاں رہ بس گئے تھے، فرعون نے طبقاتی تقسیم کر کے اپنی قوم کو بڑھایا، سبطیوں کو دبایا، اپنی قوم کو حاکم، اُن کو محکوم بنایا، ریاست کے عہدوں اور مناصب پر، عسکری وسیاسی اور انتظامی عہدوں پر اپنی قوم کو فائز کر کے وی آئی پی حیثیت اور پروٹوکول کا حامل بنایا، سبطیوں کو محکوم اور اپنی قوم کا خادم وغلام بنایا، محنت ومشقت اور ذلت والے سارے کام اس کی قوم ان سبطیوں سے لیتی، ان کو بے گار میں پکڑتی، ان کو ڈھورڈنگروں کی سی زندگی گزارنے پر مجبور کیے رکھا کہ ان کو صرف دانہ پانی ملتا رہے، تاکہ زندگی کا سلسلہ قائم اور سانسوں کی ڈوری بحال رہے، اس کے بدلے وہ ہمہ جہتی طور پر فرعونیوں کی چاکری اور غلامی کرے، اور کسی چیز میں ان کا حصہ نہیں۔

ریاستی اور اجتماعی زندگی کی سطح پر اس طرح کی پالیسی اور طرزِ عمل اپنانے کو آج کے سیاسی محاورے میں استحصال واستبداد کہا جاتا ہے، استحصال واستبداد کا یہ طرزِ عمل بھی ہر زمانے کے طاغوت اور سامراج کا پسندیدہ وطیرہ رہا ہے، اور یہ بری ونگ انسانیت عادت گویا ہر طاغوت کی گھٹی میں پڑی ہوتی ہے۔

ابھی پچھلی صدی میں برٹش سامراج کی بساط لپٹی ہے، یہ سامراج جب تک قائم رہا، اپنی دوڈھائی صدیوں کی تاریخ میں اس کا پورا نوآبادیاتی نظام استحصال واستبداد کا قبیح ترین، ہیبت ناک نمونہ تھا۔

ساؤتھ افریقہ اور شمالی امریکہ (USA) میں گورے اور کالے کی تفریق اور گوری چمڑی والوں کا کالوں کے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک جمہوریت، انصاف، رواداری، انسانی حقوق اور انسانی مساوات، لبرل ازم اور آزادیِ اظہار رائے کے راگ الاپنے والی مغربی قوموں کی آج کی تاریخ کی بھی جیتی جاگتی تصویریں ہیں، ماضی میں تو ان مغربیوں نے جو کیا ہے سو کیا ہے: ''ستتا جا، شرماتا جا''

حقیقت یہ ہے کہ ٹیکنالوجی دور کے سامراج جس طرح ٹیکنالوجی میں بہت آگے بڑھے ہیں، عیاری اور مکاری، دجل اور فریب میں بھی دجال کے زمانے کے سنگم پر ہونے کی وجہ سے دجال کے بھائی بند ہیں، دجل ومکر کے فن میں یہ جتنے ایڈوانس اور مشاق ہیں، قدیم فراعنہ اور نمارده کو تو اس کی ہوا بھی نہ لگی ہوگی، زمانہ جدید کے طاغوت یہ سارے کام چہروں پہ جھوٹے ماسک سجا کر، تہذیب اور جدت پسندی وروشن خیالی کے نقاب ڈال کر، جمہوریت، انصاف، لبرل ازم، انسانی مساوات، حقوقِ نسواں کے نعرے پیٹ کر،

دہشت گردی اور بنیاد پرستی کے شوشے، چھوڑ کر کرتے ہیں، یہ سب اصطلاحات جب مغربی قومیں استعمال کرتی ہیں تو ان کا وہ مفہوم نہیں ہوتا، جو لغت میں طے شدہ ہے۔

اصطلاحات تو یہ لغت سے لیتے ہیں، لیکن مفہوم ومصداق ان کو اپنی سامراجی وطاغوتی، استبدادی واستحصالی ذہنیت کے تناظر میں پہناتے ہیں، یہ جب دہشت گردی کا لفظ استعمال کرتے ہیں، تو اس سے مراد ہر وہ گروہ اور جماعت ہوتی ہے، جو ان کی فرعونیت کو للکارے، ان کے مظالم پر صدائے احتجاج بلند کرے، ان کے استحصال واستبداد کے نظام کا پول کھولے، پسماندہ اقوام اور تیسری دنیا کے عوام کے حقوق کی بات کرے، ان کی غارت گری، اور لوٹ مار والی پالیسیوں کی مزاحمت کرے۔

پروپیگنڈے کے یہ ماسٹر ہیں، میڈیا پر ان کا تسلط ہے، ذرائع ابلاغ ان کے گھر کی لونڈی ہیں، اور ان کے تنخواہ دار وظیفہ خوار، ''کرائے کے ٹٹو'' ہر جگہ موجود ہیں، خصوصاً تیسری دنیا ہیں، عالمِ اسلام میں اقتدار کے ایوانوں، پالیسی ساز اداروں، کالج ویونیورسٹیوں اور میڈیا پر یہ مارآستین، طاغوت کے دلال چھائے ہوئے ہیں۔

مغرب کی طرف سے دہشت گردی، بنیاد پرستی، حقوقِ نسواں وغیرہ کا کوئی پروپیگنڈہ جب نشر ہوتا ہے، اور مغرب کے فرعونی درباروں سے کسی بھی نان ایشو کو ایشو بنا کر جب پیالی میں طوفان اٹھایا جاتا ہے، تو یہ دیسی دلال اور کرائے کے ٹٹو محقق نماز مشکک اپنے قول وعمل اور عقیدہ ونظر میں یہ عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین سے زیادہ دوغلے اور ھامان قارون سے زیادہ دولت وشہرت اور نام ونمود کے حریص کووں کی طرح اتنی ہاہا کار مچاتے ہیں کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی، سچ جھوٹ، جھوٹ سچ، اندھیرا اجالا، اور اجالا اندھیرا، ظالم مظلوم اور مظلوم ظالم، قارون، حاتم طائی، اور حاتم طائی قارون دکھائی دینے لگتا ہے، طاغوت اور طاغوت کے ان دیسی دلالوں کے ہاتھوں عالَمِ اسلام کو جو جو زخم لگے ہیں، وہ آج ناسور بن چکے ہیں، جگہ جگہ اب وہ لاوے کی طرح پھوٹ کر بہنے لگے ہیں، وطنِ عزیز کو انہوں نے اپنی طاغوت پرستانہ ذہنیت اور غلامانہ کرتوتوں سے آج ایسے دوراہے پہ لا کھڑا کیا ہے، اور ایسی بند گلی میں دھکیل دیا ہے، کہ پوری قوم آج سکتے میں ہے۔

''نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن'' اور ''ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم'' کے مرحلے سے ملک وقوم گزر رہی ہے، جن قومی اداروں پہ ملک وملت کا مان تھا، جن کو قوم نصف صدی سے زیادہ عرصے سے اپنا پیٹ کاٹ کاٹ کر سفید ہاتھی کی طرح پال پوس رہی ہے، انہوں نے طاغوت کی سفلی خواہشات کی تکمیل کے لیے طاغوت کے ساتھ مل کر پورے ملک کو ایک عقوبت خانے میں بدلا ہوا ہے، اور اپنی ہی قوم سے حالتِ جنگ میں

ہیں۔

فرعون نے جس طرح اپنی رعایا کو طبقاتی تقسیم میں مبتلا کر کے استحصال کی تاریخ رقم کی تھی، اسی طرح پچھلی صدیوں میں برطانوی سامراج نے یہ برصغیر میں ضمیر فروشوں اور غداروں کو جاگیریں عطا کر کے چودھری، وڈیرے، ملک، خوانین کے طبقے پیدا کر کے اوران کو مختلف علاقوں پہ مسلط کر کے عام رعایا کوان کے ذریعے قابو کیا، اسی طرح انگریزی تعلیم کے ذریعے اور دوسرے مختلف ہتھکنڈوں سے دیسی غلاموں کی ٹیم تیار کر کے یہاں کے باشندوں کو اسی طرح کے طبقہ واری استحصال کے شکنجے میں کسا تھا، نیز ’’لڑاؤ، اور حکومت کرو‘‘ کا استبدادی اصول اپنا کر یہاں کی قوموں کو مذہبی اور نسلی، بنیادوں پر فرقوں میں بانٹ کر باہم مزاحم ومقابل کر دیا تھا، اوران کو سر پٹھول میں الجھا کر مزے سے حکومت کرتا رہا۔

اسی طرح آج کے فرعونی سامراج نے بھی طبقہ واریت وفرقہ واریت کے فرعونی اصول کو پوری قوت وشدت کے ساتھ کام میں لایا ہے، پاکستان میں صوبائیت کی بنیاد پر سندھی، پنجابی، مہاجر کا جھگڑا، لسانیت کی بنیاد پر کراچی اور سندھ میں مہاجر، غیر مہاجر اور سندھی غیر سندھی کا جھگڑا، علاقائیت کی بنیاد پر سرائیکی، پنجابی اور ہزارے وال وپختون کا جھگڑا، مذہب ومسلک کی بنیاد پر شیعہ سنی، اور بریلوی دیوبندی کا جھگڑا، ان سب جھگڑوں کی جلتی پہ تیل چھڑکنے اور تفریق وانتشار کی اس آگ کے شراروں کو اپنے دامن اور ڈالر کی ہوا دے کر اس حد تک بھڑکانے کہ گلستان وطن کو یہ آگ بھسم کر ڈالے، اس میں آج سامراجی طاقتوں کا کتنا بڑا حصہ ہے، اس کی رپورٹیں اخبارات رسائل وجرائد وغیرہ کے ذریعے کبھی کبھار منظرِ عام پر آتی ہیں، تو آدمی انگشتِ بدنداں رہ جاتا ہے۔

عقل بسوخت زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

عراق میں شیعہ سنیوں کو لڑا کر جنگ کے پانسے کو اپنے رخ پہ موڑنے والے چودھری نے پچھلے سال پاکستان میں دیوبندی بریلوی جھگڑے کی آگ بھڑکانے کے لیے جو گھٹیا حرکتیں کیں، مزارات ومساجد میں خودکش حملے، ایک طبقے کے سرکردہ لوگوں میں سے کچھ منتخب ہستیوں کو امریکہ یاترا کرانے اوران کو ایک لگا بندھا مشن دینے۔

پھر خاطر خواہ نتائج نہ ملنے پر ملتان میں امریکی ایلچی کا ان بعض ہستیوں کے متعلق غصہ وناراضگی کا اظہار کرنے کی رپورٹیں گزشتہ سال بعض اخبارات کے ذریعے سامنے آتی رہی ہیں۔

**مقالات و مضامین** مولوی محمد ابراہیم خلیل بن مولانا محمد خلیل صاحب رحمہ اللہ

# ایک مہاجر فی سبیل اللہ کا سفرِ آخرت (تیسری و آخری قسط)

آپ میں حبِ جاہ نام کو نہ تھی، اور اس سے طبیعت بہت گھبراتی، مشاغل دنیویہ کے قریب جانے کو بھی ناپسند سمجھتے، فرماتے کہ علماء کے دو کام ہیں: تعلیم و تعلّم، دعوت و تبلیغ۔

آپ دعوت کے سلسلہ میں جڑواں شہروں پنڈی اسلام آباد کی گلی گلی میں گشت فرماتے، اور ائمۂ مساجد، اہلِ علم، اہلِ فتویٰ، و دیگر حلقہ جات میں جا کر دعوت کے غلغلہ کو بلند فرماتے، یعنی عملاً اس کا مظاہرہ کرتے۔ ؎

آگ لگا دے ہستی میں پھونک دے سب کچھ مستی میں

کہتا پھر ہر بستی میں لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ

آپ کی شبانہ روز محنت نے اس مدرسہ عربیہ کو ملکی سطح پر عظیم درسگاہ کے مقام تک پہنچایا، تین طلبہ سے شروع ہونے والے مدرسہ میں اس وقت تین صد ملکی و غیر ملکی طلبہ زیرِ تعلیم ہیں، جس میں موقوف علیہ درجہ مشکوٰۃ شریف تک تعلیم حاصل کر رہے ہیں، ۱۵/ اساتذہ جو آپ کے تلامذہ ہیں، مصروفِ کار ہیں، اور بیس کے قریب شاخیں آپ کی محنت سے آپ کے تلامذہ کی نگرانی میں کام کر رہی ہیں، جس کا تاج آپ کے سر ہے۔

۱۹۷۰ء میں آپ کو حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے قیام راولپنڈی کے دوران کبار علماء ومشائخ کو نمازِ جمعہ پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی، جس کے بارے میں آپ فرماتے کہ اللہ نے مجھے ''وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا'' کا شرف بخشا۔

کتبِ صرف ونحو وفقہ وادب عربی وفارسی، ترجمہ قرآن کریم، درس حدیث آپ کے زیرِ درس رہیں، اخیر پانچ سال درسِ مشکوٰۃ ثانی دیتے رہے، اور وفات سے ۲۵ روز قبل تک یہ تدریس کا مبارک سلسلہ جاری رکھا، پھر مرض کی شدت نے اجازت نہ دی۔

اس گراں مایہ ہستی نے خود کو تواضع کی چادر میں چھپائے رکھا، تعلیم و تعلّم، ذکر و عبادت، دعوت، خدمت واکرام کے مبارک اعمال میں اپنے کو مصروف رکھتے، اور لایعنی سے بچتے، ذکر اللہ اور تلاوت اور طویل دعاؤں کا آخر تک اہتمام رہا، اپنی بے نفسی تواضع، استغناء، اخلاقِ حسنہ کی وجہ سے ہر دلعزیز تھے، جس کا

منہ بولتا ثبوت آپ کا عظیم الشان جنازہ تھا، جس میں ملک بھر کے تلامذہ، علماء وعوام شریک ہوئے، مرکز کی وسیع جگہ آپ کے جنازہ کے لیے کم ہوگئی، اور دوتہائی مجمع شریک جنازہ نہ ہوسکا، آپ کی عنداللہ مقبولیت کے لیے صرف اتنا لکھنا کافی سمجھوں گا کہ آپ کو زندگی بھر بذریعہ خوابِ صلحاء بکثرت دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام آتے رہے، اوراخیر سال بلکہ چند ماہ قبل سلام کے ساتھ تمام انبیاء، صحابہ، تابعین، تبعِ تابعین، فقہاء ومحدثین، مجتہدین رحمہم اللہ کی طرف سے جزائے خیر کے مژدے بھی آئے، جس پر بے حد مطمئن ومسرور ہوا کرتے تھے، کہ بحمداللہ میرا ۶۳ سالہ دین کی خدمت کا سفر ٹھکانہ لگ گیا، بندہ آپ کی ادعیۂ خاصہ کی بدولت بعمر مبارک ۵۰ سال پیدا ہوا، اور کم وبیش ۳۰ سال آپ کے ظلِ عاطفت میں گزارنے کا موقعہ ملا، جتنی توجہ ودعا ومحنت اپنے تمام تلامذہ کے لیے کرتے، اس سے کہیں زیادہ بندہ کے لیے فرمایا کرتے، بندہ کی شفیق ماں کی طرح نازوانداز سے پرورش فرمائی، نورانی قاعدہ تاختم بخاری شریف آپ کی نگرانی ودعا کے زیرسایہ تربیت حاصل کرتا رہا، تعلیم تا فراغت، فراغت تا تدریس ونکاح جملہ اُمور میں آپ کی بے پناہ شفقتیں وتوجہات بجانبِ بندہ مبذول رہیں، بڑھاپے کی اولاد بے حد محبوب ہوا کرتی ہے، علاوہ ازیں اکلوتا ہونا اس پر مستزاد تھا، بندہ کو شفقت سے ''علاّمہ'' کے لقب سے یاد فرماتے، جو نام سے زیادہ مشہور ہوا، بندہ کے حفظ قرآن پر بے حد مسرور تھے، اور بہت فخر فرمایا کرتے اور پھر درس نظامی کی تکمیل پر مسرت حد سے باہر تھی، بحمداللہ بندہ کو کسی نہ کسی درجہ میں آپ کی اطاعت وفرمانبرداری کی توفیق ملتی رہی۔

دومرتبہ سفرِ حجاز اور دومرتبہ سفر کشمیر وہند میں آپ کی معیت وخدمت کا موقعہ ملا، اور پھر سب سے بڑی بندہ کی سعادت کہ اخیر چندروز آپ کی ٹوٹی پھوٹی خدمت کرنے اور سنبھالنے کی توفیق قبر میں اُتارنے تک ملی، جس پر اللہ کا جتنا شکر کروں کم ہے، میری رفاقت وحاضرباشی سے بہت مطمئن ومسرور رہتے، اور جزائے خیر کی دعاؤں سے نوازتے، صد افسوس کہ بندۂ ناچیز سے اس گراں مایہ ہستی کی قدردانی نہ ہوسکی، یا کریم معاف فرما۔ آمین

اخیر ایام بلڈ کینسر کے موذی مرض میں گزارے، مگر کبھی شدت مرض کا اظہار نہ فرمایا، رائے ونڈ اجتماع میں شرکت کے لیے بضد تھے، خدام نے جب نہ لے جانے پر اصرار کیا تو آبدیدہ ہوگئے، اس پر بندہ نے عرض کیا کہ میں آپ کو اجتماع میں لے جاؤں گا، اس پر بہت فرحت وخوشی کا اظہار فرمایا، بحمداللہ بندہ کے ذریعہ

اس الوداعی اجتماع میں تمام اکابرین سے فرداً فرداً ملاقات کرنے کی توفیق میسر ہوگئی، اس پر بہت خوش تھے۔

بالآخر دین کے اس طالبِ علم کا جس نے ۶۳ سال اپنی زندگی کے اس مبارک سفر میں گزارے تھے، اور اخیرایام میں گھر صرف ۱۵ منٹ تک گزارتے تھے کہ پھر مدرسہ لے جانے کا فرماتے، بعمر مبارک ۸۵ برس اپنی دینی درسگاہ سے جنازہ اُٹھا۔ ؎

جان کر منجملہ خاصانِ محفل مجھے	مدتوں رویا کریں گے ساغر و پیمانہ مجھے

نماز جنازہ حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب دام مجدہم نے پڑھائی، جنازہ کا رقت آمیز منظر، سکون و وقار، بیان سے باہر ہے، جملہ اُمور میں خاص مددِ ایزدی آنکھوں سے نظر آئی، تلامذہ و متعلقین نے اشکبار آنکھوں سے آپ کو قبر مبارک میں اُتارا، تمتماتا چہرہ تمام ناظرین کی توجہ کا مرکز بنا رہا، متعدد علماء، احباب کو آپ کے چہرہ پر عطر لگانے کی سعادت حاصل ہوئی، آپ کے جانے پر جہاں ہم ۷/ افراد بندہ، والدہ، ۵ ہمشیر گان سوگوار ہوئیں، وہیں تمام تلامذہ، معتقدین، ومتوسلین بھی آپ کے سوگوار ہوگئے، اللہ تعالیٰ تمام سوگواران کو عموماً اور راقم السطور کو خصوصاً اپنے عظیم والد مرحوم کی نسبت کا امین بنائے، اور تادمِ آخر مطلوبہ آداب وصفات کے ساتھ اپنی مرضیات پر چلائے، اور دین عالی کی خدمت کے لیے قبول فرمائے، آمین۔
قارئین و متعلقین اپنی خصوصی دعاؤں کے ذریعہ بندۂ ضعیف کی مدد فرماتے رہیں۔

اَللّٰهُمَّ لا تَحرِمْنَا اَجرَهُ وَلا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ. اَللّٰهُمَّ أْجُرْنَا فِیْ مُصِیْبَتِنَا، وَأَخْلِفْنَا خَیْرًا مِنْهُ.

تاریخ وصال۔۱۴/محرم۱۴۳۲ھ۔۲۱/دسمبر۲۰۱۰ء بروز منگل، بوقت مغرب

پیدا کہاں ہیں ایسے پرانی طبع کے لوگ	افسوس کہ ہم کو ان سے صحبت نہ رہی

بجھا چراغ، ختم ہوئی بزم، کھل کے رو، اے دل

راقم السطور، دعاجو، مولوی محمد ابراہیم خلیل بن مولانا محمد خلیل صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
بانی و مہتمم مدرسہ عربیہ مسجد زکریا، راولپنڈی۔
برائے رابطہ۔۰۰۹۲۔۰۳۲۱۵۵۷۴۷۵۲

**مقالات ومضامین** مفتی محمد امجد حسین

# قلعہ روہتاس اور کھیوڑہ (کوہستانِ نمک) کا ایک سفر (تیسری وآخری قسط)

شیر شاہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا اسلام خان تاج وتخت کا وارث بنا، وہ کتنا ہی لائق فائق ہو، لیکن باپ کے درجے کا اولوالعزم اور صاحبِ ہمت نہ تھا، اتنی بڑی سلطنت جس کی وسعتیں جنوبی ایشیاء کے بڑے حصے میں پھیلی ہوئی تھیں، اور مختلف ریاستوں، راجواڑوں، قوموں اور نسلوں، تہذیبوں اور ثقافتوں میں اندرونی طور پر بٹی ہوئی تھی، اس کی شیرازہ بندی کئے رکھنا جان جوکھوں کا کام تھا، پھر شیر شاہ نے مغلوں سے ایک طرح شبِ خون مار کر یہ سلطنت ہتھیائی تھی، گویا شیر کے منہ سے نوالہ چھینا تھا، جس کی بازیابی کے لئے مغل بے تاب اور کوشاں تھے۔

قصہ مختصر یہ کہ شیر شاہ کے بعد چند سالوں کے اندر ہی سلطنت اس کے وارثوں کے ہاتھ سے نکل کر دوبارہ مغلوں کے ہاتھ میں آ گئی، اور خود ہمایوں ہی کے ہاتھ میں آئی جس سے چھنی تھی، ایک نسل کا بھی درمیان میں وقفہ نہیں ہوا۔

ہمایوں نے قسم کھائی تھی کہ قلعہ روہتاس کی اینٹ سے اینٹ بجا کر اسے زمین بوس کر دے گا، لیکن روہتاس کی شان وشوکت واستحکام دیکھ کر اور یہ سوچ کر کہ اب تو یہ ہماری ہی چیز ہے، اپنے مشیروں کے مشورے سے اپنا ارادہ بدل دیا، اور قسم پوری کرنے کے لئے ایک آدھ گولہ قلعہ پر پھینکا، جس سے شاہ چاندولی دروازہ کی محراب ٹوٹ گئی (یہ شاہ چاندولی دروازہ راجہ مان سنگھ حویلی کے عقب میں میدان کی دوسری جانب ہے، دروازہ کے پہلو میں شاہ چاندولی کا مزار ہے)

ہم نے مغرب کے وقت قلعہ کا یہ حصہ دیکھا، قلعہ روہتاس کا ذکر مغل بادشاہ جہانگیر (اکبر کا بیٹا، ہمایوں کا پوتا، بابر کا پڑپوتا، شاہجہان کا والد، اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ کا دادا، زمانہ حکومت ۱۰۱۴ھ تا ۱۰۳۶ھ) نے اپنی ''توزک جہانگیری'' میں بھی کیا ہے، اس سے قلعہ کے متعلق کئی امور پر صحیح روشنی پڑتی ہے، جہانگیر یہاں زمانہ شہزادگی میں، 1598ء میں آیا تھا، لکھتا ہے:

> ''سوموار کے دن محرم کی پہلی تاریخ کو دریائے جہلم کے کنارے سے کوچ کر کے ایک روز کا سفر کر کے قلعہ روہتاس جو شیر خان افغان کا بنایا ہوا ہے، پہنچا، اس قلعہ کی بنیاد ایسی جگہ رکھی گئی

Idara Ghufran

ہے کہ اس سے زیادہ استحکام کے لئے کوئی دوسری جگہ ہو ہی نہیں سکتی، یہ جگہ گکھڑوں کی ولایت سے متصل ہے، اور گکھڑ قوم سخت متمرد اور سرکش ہے، اس قلعہ کو خاص کر ان کی تنبیہ کے لئے یہاں بنایا، قلعہ کا تھوڑا سا حصہ بنا تھا کہ شیر خان کی وفات ہوگئی، اس کے بعد اس کے بیٹے سلیم خان (سلیم خان کو کئی ناموں سے ذکر کرتے ہیں، سلیم خان، سلیم شاہ، اسلام خان، اسلام شاہ، جس طرح شیر شاہ کو شیر خان، فرید خان افغان، کے ناموں سے بھی ذکر کرتے ہیں) نے اس کی تعمیر کو پورا کیا، اس عمارت پر سولہ کروڑ، دو لاکھ، پچیس ہزار سے قدرے زائد خرچ ہوا، جو ہندوستان کے روپیہ کے حساب سے چالیس لاکھ پچیس ہزار روپے ہوتا ہے، اور ایرانی سکہ کے حساب سے ایک سو بیس ہزار تومان اور توران (افغانستان وغیرہ) کے حساب سے ایک ارب، اکیس لاکھ پچھتر ہزار خرچ بنتا ہے'' (بحوالہ تاریخ ہزارہ ص ۳۶۹)

## شیر شاہ سوری کے نیک آثار

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند — در شاہی فقیری کردہ اند

شیر شاہ نے اپنی حکومت کو 47 حصوں میں تقسیم کیا تھا، جو ''سرکار'' کہلاتے تھے، یہ گویا کہ صوبہ یا ڈویژن کے ہم پلہ تقسیم تھی، ہر سرکار میں کئی پرگنے (ضلعے) ہوتے تھے، ہر پرگنہ میں ایک شصدار، ایک امین، ایک منصِف (قاضی، ضلعی عدالت) ایک خزانہ دار، اور باقی ذیلی سرکاری آفیسر اور عملہ ہوتا تھا، ان کے علاوہ پٹواری، مقدم اور چوہدری ہوتے تھے (اس سے واضح ہے کہ چوہدری ایک زمینداری عہدے اور منصب کا نام تھا، یعنی پیداوار سے چوتھا حصہ سرکاری لگان وصول کرنے والے، کسی قوم کا لقب نہیں ہے، جیسا کہ آج کل بعض قوموں نے اختیار کرلیا ہے، اس کا صحیح تلفظ ورسم الخط ''چودھری'' ہے، لیکن اب ''چوہدری'' لکھنا رائج ہوگیا ہے) یہ لوگ مالگزاری، لگان جمع کرتے تھے۔

شیر شاہ نے اپنی سلطنت کی زمین کی پیائش کرائی، اس کے بعد پیداوار کا چوتھا حصہ حکومت وصول کرتی تھی، سرکاری مالگزاری نقد بھی دی جاسکتی تھی، اناج اور فصل کی شکل میں بھی، شیر شاہ کی ڈیڑھ لاکھ کے قریب سوار فوج اور پچپن ہزار پیادہ فوج تھی، شیر شاہ رحمدل اور رعایا پر مہربان تھا، اس کا کوئی اہلکار عوام پر زیادتی اور ظلم کرتا، تو اسے سزا دیتا تھا، شیر شاہ نے رفاہِ عام کے بہت سے کام کئے۔

خاص طور پر ملک بھر میں سڑکوں کا جال بچھا دیا، ایک سڑک بنگال سے پشاور تک (اس کی پیائش ہزاروں

میل بنتی ہے) آگرہ سے راجپوتانہ تک، ایک لاہور سے ملتان تک نکالی، یہ سڑکیں اس شان کے ساتھ نکلوائیں کہ پوری سڑک پر ہر منزل پر سرائے (مسافر خانہ) مسجد، کنواں تعمیر کروایا، سڑک کے دونوں طرف سایہ دار درخت لگوائے، ہندو اور مسلمانوں کے لئے سرائے میں کھانے کا الگ الگ انتظام ہوتا۔

پانچ سال کے مختصر عہد میں اس نے سلطنت کا ایسا عمدہ انتظام کیا، کہ اس سے پہلے کوئی نہ کر سکا، سلطنت کے معاملات پر خود نظر رکھتا، اور انتظام کرتا۔

## معمولات

صبح کو بہت سویرے اٹھتا، نمازِ فجر کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کرتا، معمولات سے فارغ ہو کر سلطنت کے کام میں مصروف ہو جاتا، دوپہر کو کھانا کھا کر کچھ آرام کرتا، پھر انتظامِ سلطنت میں مشغول ہو جاتا، نماز کا بڑا پابند تھا، اسلام کا عاشق و متوالا تھا، احکامِ اسلام کی پابندی کرتا تھا، علماء، صوفیاء کی قدر و منزلت کرتا تھا (تاریخِ ملت ج ۳)

قلعہ میں ہی ہمیں مغرب ہو چکی تھی، شام کا سناٹا، دم بدم پھیلتی ہوئی تاریکیمیں قوموں وقبیلوں، خاندانوں اور خانوادوں کے عروج و زوال، اکھاڑ پچھاڑ، زمانے کے تغیرات، اور دنیا کی بے ثباتی کی ساڑھے چار سو سالہ تاریخ اپنے سینے میں محفوظ کیۓ قلعہ روہتاس اور بنی آدم کی باہم چپقلش وہنگامہ آرائی سے زخمی زخمی، اور فریاد کناں اس قلعہ کے در و بام، فصیل و کنگرے، برجیاں اور کھنڈرات عجیب عبرت کا منظر پیش کر رہے تھے، چشمِ تصور میں مجھے کبھی یہاں شیر خان کے تیس ہزار شہسواروں کے گھوڑوں کی ٹاپیں سنائی دے رہی تھیں، تو کبھی اکبر کے رتن راجہ مان سنگھ کے جنگی پرّے، دکھائی دے رہے تھے، کبھی جہانگیر کی بزم آرائیاں اور اورنگزیب عالمگیر کی رزم آرائیاں حاشیہ خیال میں گردش کناں تھیں، تو کبھی شاہجہان کے کابل جاتے ہوئے لشکروں کا پڑاؤ دکھائی دے رہا تھا، کبھی احمد شاہ ابدالی کی پنجاب و ہند پر چڑھائیوں کا نقشہ ذہن میں گھومتا، اور کبھی مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سکھا شاہی لوٹ مار اور تباہی۔

لیکن ان سب خون آشام لشکروں، جنگجو فاتحین، شیر دل سپہ سالاروں، اور ہندوستان کے طول و عرض پر اپنی جہانبانی کے نقوش ثبت کرنے والے مغل بادشاہوں میں سے کوئی بھی تو اب موجود نہیں۔

قلعے کے کھنڈرات ان کا مرثیہ سنانے کے لئے بیابانوں میں ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں، اس منظر رستاخیز پر دماغ کے نہاں خانوں میں ان اشعار کی گونج سنائی دے رہی ہے، آپ بھی ذرا میرے ہمزبان ہو کے

پڑھیئے، دنیا کی بے ثباتی کا تصور و استحضار کرتے ہوئے۔ ؎

جو مرکزِ الفت تھے، جو گلزارِ نظر تھے — سڑتے ہیں تہہ خاک وہ اجسامِ بتاں آج
وہ دبدبہ جن کا کبھی دشت وجبل میں — وہ تاجِ سکندر ہے نہ وہ تخت کیاں آج
وہ جن کے تصور سے دہلتی تھیں زمینیں — ڈھونڈے سے بھی ان کا کہیں ملتا ہے نشاں آج
تھی جن کی جھلاجھل سے چکا چوند نگاہیں — عبرت کے کھنڈر ہیں وہ محلاتِ شہاں آج
جن باغوں کی نگہت سے معنبر تھیں فضائیں — ہے مرثیہ خواں ان پر ببولوں کی زبان آج

مغرب سے کچھ دیر بعد ہم قلعہ سے نکلے، جی ٹی روڈ سے واپسی ہوئی۔ [۱]
جو شیر شاہ کی بنائی ہوئی جرنیلی سڑک پر انگریزوں نے دوبارہ تعمیر کی تھی، یہ اب قلعہ سے آٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، لیکن اصل جرنیلی سڑک قلعہ کے قریب سے گزرتی تھی۔
یہاں دینہ کے قریب (تقریباً 17 کلومیٹر جانبِ جنوب) تاریخی اہمیت کا حامل تفریحی مقام ''ٹیلہ جوگیاں'' ہے، ظاہر ہے اس وقت ہم یہاں نہیں جا سکتے تھے، سو نہیں گئے۔ [۲]
راستے میں ایک جگہ پٹرول پمپ پر اتر کر وہاں مسجد میں عشاء کی نماز پڑھی، کچھ ریفریشمنٹ کی۔
پھر چلے، تقریباً نو بجے رواۃ کے مین بازار میں اس جگہ کے قریب ہم اترے (اور ہوٹل میں کھانا کھایا، ادارہ سے ساتھ لیا ہوا کھانا یہاں بھی کام آیا) جہاں قریب میں گلی سے سارنگ خان گکھڑ کے قلعہ نما مقبرہ کو راستہ جاتا ہے، اور چند منٹ کی پیدل مسافت پر یہ مقبرہ شہرِ خموشاں کی تصویر بنے دعوتِ عبرت دے رہا ہے۔ ؏ دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

---

۱ جی ٹی روڈ، گرینڈ ٹرنک روڈ (Grand Trunk Road) کا مخفف ہے، قیامِ پاکستان کے بعد یہ پشاور سے لاہور تک محدود ہوگئی ہے، انگریزی دور میں یہ پشاور سے خلیج بنگال کے ساحلی شہر کلکتہ تک جاتی تھی، کیونکہ یہ شیر شاہ سوری کی بنائی ہوئی جرنیلی سڑک کا ہی جدید ایڈیشن تھا، جس میں حسبِ حال تبدیلیاں کی گئی تھیں، اور جرنیلی سڑک پشاور تا کلکتہ پہنچتی تھی۔

۲ ٹیلہ جوگیاں پر زمانہ قدیم کے ایک جوگی ''بال ناتھ'' کی خانقاہ کا تاریخ میں تذکرہ ملتا ہے، ابوالفضل نے آئینِ اکبری میں اس کا ذکر کیا ہے، اس سے بھی پہلے یہ خانقاہ ''گورکھ ناتھ'' سے منسوب تھی۔
اکبر بادشاہ اور اس کے بعد کے بعض بادشاہوں کے ریاستی دستاویزات میں اس جگہ جوگیوں کی جاگیر کا ذکر ملتا ہے۔
بعض مؤرخین (کننگھم) نے اس خانقاہ کی تاریخ کو سکندرِ اعظم سے بھی سابق بتایا ہے، کہ سکندر کے وقت یہاں جوگی گھاٹ موجود تھا، ہندو دیو مالائی داستانوں میں اس خانقاہ کے ڈانڈے مہابھارت کی بڑی جنگ کے بعد پانچوں پانڈوؤں کے یہاں آنے اور بن باس لینے نیز قدیم ہندو راجہ بکرماجیت کے بھائی کا جوگ پن اختیار کر کے یہاں آنے سے جوڑے جاتے ہیں، واللہ اعلم (ملاحظہ ہو: اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، ج ۷، تذکرہ جہلم)

یہ مقبرہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں، یہ مقبرہ چھوٹے پیمانے پر لاہور کے مقبرہ جہانگیر کے طرز پر بنا ہوا ہے، نام کا مقبرہ ہے، اورافادیت کے لحاظ سے ایک چھوٹا سا قلعہ اور عسکری چھاؤنی نظر آتی ہے۔

یہاں قلعہ کے اندر اسی زمانے کی ایک مسجد بھی ہے، جو عظمت وجلال کی تصویر پیش کرتی ہے، قیامِ پاکستان کے بعد ایک زمانے میں ایک صاحبِ علم نے جو اس وقت اس مسجد سے وابستہ تھے، اس کی مرمت وتزئین میں بڑی دلچسپی لی، مختلف جگہوں کے دورے کرکے اصحابِ خیر سے تعاون حاصل کیا، اور اس مسجد کی اصلاح ومرمت کرکے اس کو بڑا عمدہ کیا، اب یہ ایک آباد وبارونق مسجد ہے، جہاں جمعہ وجماعات کا سلسلہ قائم ہے، اللہ تعالیٰ قائم ودائم رکھے۔

ساڑھے نو بجے کھانے سے فارغ ہوکر ہم یہاں سے روانہ ہوئے، سوا دس بجے ادارہ میں بخیر وعافیت پہنچے۔

آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ

انقلاباتِ جہاں واعظِ رب ہیں دیکھو ہر تغیّر سے آتی ہے صدا فافہم، فافہم (ختم شد)

---

(بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن

## شعبان وشبِ برأت کے فضائل واحکام

''شعبانُ المُعَظَّم '' سے متعلق فضائل ومسائل اور منکرات وبدعات

ماہِ شعبان اور اس میں روزوں کی فضیلت، شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت

شبِ برأت سے متعلق چند شبہات کا ازالہ، شبِ برأت کی بدعات ورسوم

ماہِ شعبان کے تاریخی واقعات

مصنّف: مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

مقالات ومضامین

مفتی منظور احمد

# ناجائز اشیاء کی تجارت سے بچیئے (قسط۳)

## مردار کی تجارت

شریعت نے مردار جانور کو بھی حرام قرار دیا ہے، لہٰذا اس کی خرید وفروخت اور تجارت بھی شرعاً ناجائز ہے، چنانچہ قرآن وسنت میں اسے واضح طور پر بیان فرمایا گیا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ (المائدة، آیت ۳)

ترجمہ: تم پر مردار اور خون اور خنزیر کے گوشت کو حرام کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

بے شک اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، شراب اور اس کی قیمت کو، مردار اور اس کی قیمت کو، اور خنزیر اور اس کی قیمت کو (کنز العمال، ج۴ص۹۷، رقم الحدیث ۹۶۱۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے، شراب، خنزیر، مردار اور بتوں کی خرید وفروخت کو

(حوالہ بالا، رقم الحدیث ۹۶۱۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے شراب، خنزیر، مردار، اور بتوں کی خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے، ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول مردار کی چربی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ کیونکہ اس سے کشتیوں اور چمڑوں کو روغن کیا جاتا ہے، اور چراغ جلائے جاتے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے، جب اللہ نے ان پر مردار کی چربی کو حرام فرمایا، تو انہوں نے اسے لے کر پگلایا، اور پھر اسے بیچ کر اس کی کمائی کھانا شروع کر دی

(حوالہ بالا، ج۴ص۱۷۰، رقم الحدیث ۱۰۰۱٦)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

تم جیسے چاہو تجارت کرو (البتہ چند کاموں سے بچو، جن میں سے ایک یہ ہے کہ) مردار جانور کو مذبوحہ جانور کے ساتھ ملا کر لوگوں کے سامنے خلط ملط کر کے نہ بیچو (کنز العمال، ج۴ص۱۷۸، رقم الحدیث ۱۰۰۵٦، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا دانتوں سے شکار کرنے والے ہر درندے (کے گوشت) سے اور پنجوں سے شکار کرنے والے ہر پرندے (کے گوشت) سے اور مردار کی قیمت سے، اور پالتوں گدھوں کے گوشت سے، اور زانیہ کی اجرت (کھانے) سے، الخ (مجمع الزوائد ج۴ص۸۷، باب ما نہی عنہ من عسب الفحل)

موجودہ دور میں ٹیکنالوجی کی ترقی نے ہر بے کار چیز کو کارآمد بنا دیا ہے، جس کی وجہ سے مردار کے گوشت، چربی اور دیگر ناجائز وحرام چیزوں کو بھی کارآمد بنا کر مختلف مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، چنانچہ مردار کے گوشت اور چربی جیسی حرام چیزوں کی تجارت اور خرید وفروخت بھی عام ہے۔

اس کے علاوہ بہت سے ہوٹلوں والے اور قصاب ایسے ہیں، جو دنیا کے چند ٹکوں کی خاطر حرام اور مردار جانور کا گوشت اپنی دوکانوں پر فروخت کرتے ہیں، جن کے بارے میں آئے دن ذرائعِ ابلاغ میں خبریں چھپتی رہتی ہیں، ان کا یہ فعل جہاں شرعاً حرام ہے، وہاں حفظانِ صحت کے اصولوں کے خلاف ہونے کی وجہ سے معاشرے کے لئے بہت خطرناک ہے۔

کیونکہ مردار کے گوشت سے طرح طرح کی بیماریاں اور وبائیں پھیلتی ہیں، جن سے بیماریوں اور اموات کی شرح میں اضافہ ہوتا ہے۔

قرآن وسنت کی مذکورہ تصریحات سے یہ واضح ہے کہ ایک مسلمان پر مردار کی تجارت سے بچنا لازم اور ضروری ہے، ورنہ وہ آخرت کے عذاب کے علاوہ دنیا میں مال ودولت اور زندگی کی بے برکتی اور وبال سے نہیں بچ سکے گا۔

## بتوں اور مجسموں کی تجارت

شریعت نے جن چیزوں کی تجارت سے منع فرمایا ہے، ان میں بت اور مجسمے بھی شامل ہیں۔

چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ:

**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** (المائدة، آیت ۹۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! بلاشبہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر ناپاک ہیں، شیطانی عمل میں سے ہیں، لہٰذا ان سے بچو، تاکہ تمہیں کامیابی ملے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فتح مکہ کے سال مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

بے شک اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے، شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید وفروخت کو، الخ (مسلم، ج۲ص۲۳، باب تحریم بیع الخمر)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

یہ چیزیں حرام ہیں، فیصلہ کرتے وقت رشوت لینا، زانیہ کی اجرت لینا، کتے کی قیمت، بندر کی قیمت، خنزیر کی قیمت، شراب کی قیمت، مردار کی قیمت، خون کی قیمت، مادہ جانوروں کو حاملہ کرانے کی اجرت، نوحہ کرنے والی عورت کی اجرت، گانے والی عورت کی اجرت، کاہن کی اجرت، جادوگر کی اجرت، قیافہ شناش کی اجرت، مردار کی کچی کھال کی اجرت، اگر اس کو دباغت دی جائے تو کوئی حرج نہیں، مورتیاں بنانے کی اجرت، سفارش کی اجرت اور جہاد کی اجرت (سنن البیہقی، ج۶ص۱۲، باب تحریم بیع الخمر)

بتوں کی تجارت سے اگرچہ مسلمانوں کی اکثریت بچی ہوئی ہے، مگر مجسموں اور مورتیوں کی تجارت میں مسلمان ملوث ہیں۔

چنانچہ گھروں، دوکانوں، اور دفاتر میں ڈیکوریشن کے لئے مجسموں اور مورتیوں کے شوپیس خرید کر لگائے جاتے ہیں، کپڑے کی دوکانوں میں کپڑے کی تشہیر اور گاہکوں کو راغب کرنے کے لئے مجسمے لگا کر ان پر خاص طرز سے کپڑے سیمپل کے طور پر لگائے جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا نصوص سے ان کی حقیقت واضح ہے، لہٰذا اپنی تجارت کو ایسی چیزوں سے پاک کرنا ضروری ہے۔

**مقالات ومضامین** مفتی محمد رضوان

# تداعی کے ساتھ جماعتی ذکر (قسط۶)

## (چند شبہات کا ازالہ)

حضرت اغرابو مسلم سے روایت ہے کہ:

**أَشْهَدُ عَلٰى أَبِى هُرَيْرَةَ وَأَبِى سَعِيدِ الْخُدْرِىِّ أَنَّهُمَا شَهِدَا عَلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ :لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمِ السَّكِينَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ** (مسلم، حديث نمبر ۲۷۰۰،واللفظ لهٗ، مسند احمد، حديث نمبر ۱۱۲۸۷،الدعوات الكبير للبيهقى، حديث نمبر ۵)

ترجمہ: میں حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما پر گواہی دیتا ہوں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گواہی دے کر فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قوم بھی بیٹھ کر اللہ عزوجل کا ذکر کرتی ہے، تو ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں، اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے، اور ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے، اور ان کا اللہ تعالیٰ اپنے پاس موجود (مخلوق یعنی فرشتوں) میں ذکر فرماتے ہیں (ترجمہ ختم)

اور بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں کہ:

**لِأَهْلِ ذِكْرِ اللّٰهِ أَرْبَعُ خِصَالٍ :تَغْشَاهُمُ الرَّحْمَةُ، وَتَنْزِلُ بَيْنَهُمُ السَّكِيْنَةُ، وَتَحُفُّ بِهِمُ الْمَلَائِكَةُ، وَيَذْكُرُهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ** (الدعاء للطبرانى، حديث نمبر ۱۷۹۲)

ترجمہ: اللہ کا ذکر کرنے والوں کے لئے چار خصلتیں (خصوصی اعزازات) ہیں، ایک تو ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے، دوسرے ان کے درمیان سکینہ نازل ہوتا ہے، اور تیسرے ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں، اور چوتھے ان کا اللہ عزوجل اپنے پاس موجود (مخلوق یعنی فرشتوں) میں ذکر فرماتے ہیں (ترجمہ ختم)

Idara Ghufran

بعض اہلِ علم حضرات نے اس حدیث سے قرآن مجید میں تدبر اور دین میں تفقہ حاصل کرنا مراد لیا ہے، اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوصالح سے مروی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اُن احادیث کو اس کی تشریح قرار دیا ہے، جن میں یہ فضیلت علم ودرس کے لئے بیان کی گئی ہے، جس کے لئے اجتماع لازم ہے۔

بلکہ بعض حضرات نے نماز وغیرہ پڑھنے والوں کو بھی اہلِ ذکر میں داخل مانا ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ فرض، واجب (عیدین، جمعہ) نماز اجتماعی شکل میں باجماعت ادا کی جاتی ہے۔ ؎۱

اور اگر کوئی اس حدیث سے معہود ذکر (یعنی تسبیح، تہلیل وغیرہ) مراد لے، تو تب بھی اس سے ایک ذکر کا التزام اور اس ذکر کے لئے تداعی کے ساتھ اجتماع منعقد کرنے کا ثبوت پھر بھی نہیں ہوتا۔

بلکہ اگر چند لوگ بغیر تداعی کے ایک مقام پر اپنا اپنا ذکر کریں، ان پر بھی یہ خصلتیں صادق آتی ہیں۔

اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم عام طور پر فجر کی نماز سے فارغ ہو کر سورج طلوع ہونے تک، اور عصر کی نماز سے فارغ ہو کر سورج غروب ہونے تک اور بعض اوقات دوسری نمازوں کے بعد بھی مساجد میں بیٹھ کر اپنے اپنے ذکر میں مشغول رہا کرتے تھے، جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توصیف فرمائی۔

جس میں نہ تو بطورِ خاص ذکر کے لئے تداعی کے ساتھ اجتماع کا انعقاد ہوتا تھا، اور نہ ہی ایک ذکر کا التزام ہوتا تھا (ان روایات کا ذکر آگے آتا ہے)

یہی وجہ ہے کہ انفرادی طور پر تنہا ذکر کرنے والے کے بارے میں بھی ان خصلتوں کا احادیث میں ذکر آیا ہے۔

---

؎۱ (مجالس الذكر تنزل عليهم السكينة وتحف بهم الملائكة) من جميع جهاتها (وتغشاهم الرحمة ويذكرهم الله على عرشه) قال حجة الإسلام :المراد بمجالس الذكر تدبر القرآن والتفقه فى الدين وتعداد نعم الله علينا فقد قال مالك :مجالس الذكر ليس مثل مجالسكم هذه يقص أحدكم وعظه على أصحابه ويسرد الحديث سردا إنما كنا نقعد فنذكر الإيمان والقرآن >فائدة <فى الفتوحات أن عمار بن الراهب رأى فى نومه مسكينة الطفاوية بعد موتها فقال :مرحبا يا مسكينة قالت :هيهات يا عمار هيهات ذهبت المسكنة وجاء الغنى الأكبر هيه ما تسأل عمن أبيح له الجنة بحذافيرها يظل حيث يشاء ؟ قال :بم ذاك؟ قالت :على مجالس الذكر والصبر على الحق.

(حل) وكذا الخطيب (عن أبى هريرة وأبى سعد) رمز المصنف لحسنه(فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت حديث رقم ۸۱۶۹،حرف الميم)

قَوْله أهل الذّكر يتَنَاوَل الصَّلَاة وَقِرَاءَة الْقُرْآن وتلاوة الحَدِيث وتدريس الْعُلُوم ومناظرة الْعلمَاء وَنَحْوهَا قَوْله "فَإِذا وجدوا قوما يذكرُونَ الله "فِي رِوَايَة مُسلم فَإِذا وجدوا مَجْلِسا فِيهِ ذكره (عمدة القارى شرح البخارى، ج۲۳ص۲۸)

Idara Ghufran

چنانچہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**قَرَأَ رَجُلٌ الْكَهْفَ، وَفِي الدَّارِ دَابَّةٌ فَجَعَلَتْ تَنْفِرُ، فَنَظَرَ فَإِذَا ضَبَابَةٌ، أَوْ سَحَابَةٌ قَدْ غَشِيَتْهُ، قَالَ :فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ :اقْرَأْ فُلَانُ، فَإِنَّهَا السَّكِينَةُ تَنَزَّلَتْ عِنْدَ الْقُرْآنِ، أَوْ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْآنِ** (مسلم،حدیث نمبر ۷۹۵، واللفظ لہٗ،بخاری، حدیث نمبر ۵۰۱۱، وحدیث نمبر ۳۶۱۴)

ترجمہ: ایک آدمی سورہ کہف کی قرائت کررہا تھا، اور گھر میں ایک چوپایہ تھا، جس نے بِدکنا شروع کیا، تو اس آدمی نے اچانک ایک بادل کو دیکھا، جس نے اسے ڈھانپ لیا، پھر اس آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے فلاں شخص قرآن مجید کی قرائت کرتے رہو (کچھ اندیشہ نہ کرو) کیونکہ یہ سکینہ ہے، جو قرآن کے نزدیک یا قرآن کے لئے نازل ہوتا ہے (ترجمہ ختم)

اور اسی طرح کا واقعہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی آتا ہے کہ انہوں نے رات کو قرآن مجید کی قرائت کرنے کے وقت میں اپنے سر کے اوپر ایک سایہ دیکھا، جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد مرتبہ ذکر کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

**تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ كَانَتْ تَسْتَمِعُ لَكَ، وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَرَاهَا النَّاسُ مَا تَسْتَتِرُ مِنْهُمْ** (مسلم،حدیث نمبر ۷۹۶)

ترجمہ: یہ فرشتے تھے، جو آپ کی قرائت کو سن رہے تھے، اور اگر آپ صبح تک قرائت کرتے رہتے، تو آپ پر سایہ کئے ہوئے بعض فرشتوں کو لوگ بھی دیکھ لیتے (ترجمہ ختم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی انفرادی طور پر نفسِ قرائت کرنا بھی نزولِ رحمت وسکینت اور حضورِ ملائکہ کا سبب ہے۔ [1]

﴿بقیہ صفحہ ۳۸ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

---

[1] وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ جَوَازُ رُؤْيَةِ آحَادِ الْأُمَّةِ الْمَلَائِكَةَ وَفِيهِ فَضِيلَةُ الْقِرَاءَةِ وَأَنَّهَا سَبَبُ نُزُولِ الرَّحْمَةِ وَحُضُورِ الْمَلَائِكَةِ وَفِيهِ فَضِيلَةُ اسْتِمَاعِ الْقُرْآنِ قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَأْ فُلَانٌ وَفِي الرواية الأخرى اقرأ ثلاث مرات معناه كَانَ يَنْبَغِي أَنْ تَسْتَمِرَّ عَلَى الْقُرْآنِ وَتَغْتَنِمَ مَا حَصَلَ لَكَ مِنْ نُزُولِ السَّكِينَةِ وَالْمَلَائِكَةِ وَتَسْتَكْثِرَ مِنَ الْقِرَاءَةِ الَّتِي هِيَ سَبَبُ بَقَائِهَا (شرح النووی،باب نزول السكينة لقراءة القرآن)

بسلسلہ :تاریخی معلومات

مولانا طارق محمود

# ماہِ ربیع الآخر: پانچویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

☐...... ماہِ ربیع الآخر ۴۰۲ھ: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن علی بن ایوب بن معافی بن عباس بن محمد عکبری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخِ بغداد ج۱۰ ص۱۴)

☐...... ماہِ ربیع الآخر ۴۰۳ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن خلف معافری قروی مالکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۱۶۰، طبقات الحفاظ ج۱ ص۸۴)

☐...... ماہِ ربیع الآخر ۴۰۵ھ: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن جولہ بن جھو را بہری اصبہانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۲۳۶)

☐...... ماہِ ربیع الآخر ۴۱۲ھ: میں حضرت ابوالقاسم عبیداللہ بن احمد بن محمد بن علی بن محمد بن احمد قزاز حربی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج۱۰ ص۳۸۰)

☐...... ماہِ ربیع الآخر ۴۱۳ھ: میں حضرت ابوالحسن دجی بن عبداللہ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (تاریخِ بغداد ج۸ ص۳۸۷)

☐...... ماہِ ربیع الآخر ۴۱۴ھ: میں حضرت ابوعبداللہ حسین بن محمد بن حسین بن عبداللہ بن صالح بن شعیب بن فنجویہ ثقفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۳۸۴)

☐...... ماہِ ربیع الآخر ۴۱۵ھ: میں حضرت ابوالحسن احمد بن محمد بن احمد بن قاسم بن اسماعل ضبی بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۴۰۵)

☐...... ماہِ ربیع الآخر ۴۱۷ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن فرج بن علی بزاز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (تاریخِ بغداد ج۳ ص۳۷۹)

☐...... ماہِ ربیع الآخر ۴۱۹ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن احمد بن محمد بن داؤد بغدادی رزاز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۳۷۰)

☐...... ماہِ ربیع الآخر ۴۲۰ھ: میں محمد بن عبیداللہ بن احمد مسبحی جندی کی وفات ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۳۶۲)

□......ماہِ ربیع الآ خر ۴۲۱ھ: میں حضرت ابوالحسین احمد بن علی بن عثمان الجنید رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (تاریخِ بغداد ج۵ ص ۸۲)

□......ماہِ ربیع الآ خر ۴۲۳ھ: میں حضرت ابوعبداللہ حسین بن شجاع بن حسن بن موسیٰ صوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۸ ص ۵۳)

□......ماہِ ربیع الآ خر ۴۲۴ھ: میں حضرت ابوطاہر حمزہ بن محمد بن طاہر بن یونس بن جعفر بن محمد بن صباح دقاق رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۸ ص ۱۸۱)

□......ماہِ ربیع الآ خر ۴۲۷ھ: میں حضرت ابوالنعمان تراب بن عمر بن عبید مصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۵۰۲)

□......ماہِ ربیع الآ خر ۴۲۸ھ: میں حضرت ابوعلی محمد بن احمد بن محمد بن ابی موسیٰ عیسیٰ بن احمد بن موسیٰ بن ابراہیم بن عبداللہ بن عباس ہاشمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۱ ص ۳۷۱)

□......ماہِ ربیع الآ خر ۴۲۹ھ: میں حضرت ابوعبداللہ احمد بن عبداللہ بن حسین بن اسماعیل ضبی محاملی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۵۳۸)

□......ماہِ ربیع الآ خر ۴۳۰ھ: میں حضرت ابوالقاسم عبدالملک بن محمد بن عبداللہ بن بشران بن محمد بن بشران بن مہران اموی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۴۵۱)

□......ماہِ ربیع الآ خر ۴۳۱ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن فضل بن نظیف مصری فراء رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۴۷۷)

□......ماہِ ربیع الآ خر ۴۳۳ھ: میں حضرت ابوعلی محمد بن حمزہ بن احمد بن جعفر بن حرب الدھان رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۲ ص ۲۹۰)

□......ماہِ ربیع الآ خر ۴۳۴ھ: میں حضرت ابوالفضل محمد بن ہاشم بن قاسم بن عبدالوہاب بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۴ ص ۱۳۵)

□......ماہِ ربیع الآ خر ۴۳۶ھ: میں حضرت ابوالقاسم علی بن عمر بن زکار بن احمد بن زکار بن یحییٰ بن میمون بن عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۱۲ ص ۴۴۲)

□......ماہِ ربیع الآ خر ۴۳۸ھ: میں حضرت ابوالعباس احمد بن محمد بن عباس بن عیسیٰ بن فضل بن عباس ہاشمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۵ ص ۷۷)

Idara Ghufran

□......ماہِ ربیع الآخر ۴۴۱ھ: میں حضرت ابوالقاسم فارس بن نصر بن حسن بن احمد خباز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۲ ص ۳۸۷)

□......ماہِ ربیع الآخر ۴۴۲ھ: میں حضرت ابوطاہر محمد بن علی بن محمد بن یوسف واعظ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۳ ص ۳۱۸)

□......ماہِ ربیع الآخر ۴۴۴ھ: میں حضرت ابونصر محمد بن حسن بن محمد بن جعفر بن داؤد بن حسن سلسماسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۲۱۸)

□......ماہِ ربیع الآخر ۴۴۵ھ: میں حضرت ابوالحسین احمد بن عمر بن روح بن علی نہروانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۵ ص ۵۳)

□......ماہِ ربیع الآخر ۴۴۵ھ: میں حضرت ابوطاہر محمد بن احمد بن محمد بن عبدالرحیم اصبہانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۶۴۰)

□......ماہِ ربیع الآخر ۴۴۷ھ: میں حضرت ابوالعاص حکم بن محمد بن حکم بن افرانک جذامی قرطبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ٦٦٠)

□......ماہِ ربیع الآخر ۴۴۸ھ: میں حضرت ابوالحسین احمد بن محمد بن احمد بن یعقوب وزان رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۵ ص ۱۴۵)

□......ماہِ ربیع الآخر ۴۴۸ھ: میں حضرت ابواحمد حسن بن عبدالواحد بن سہل بن خلف رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۷ ص ۳۵۵)

□......ماہِ ربیع الآخر ۴۴۹ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن حسن بن علی مقری سقلاطونی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۳۹۰)

□......ماہِ ربیع الآخر ۴۴۹ھ: میں حضرت ابوعبداللہ حسین بن محمد بن عثمان بن حسن نصیبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۱۸ ص ۱۰۹)

□......ماہِ ربیع الآخر ۴۵۰ھ: میں حضرت ابوالقاسم عبیداللہ بن علی بن عبداللہ رقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۱۰ ص ۳۸٦)

□......ماہِ ربیع الآخر ۴۵۰ھ: میں حضرت ابوعبداللہ حسین بن محمد بن طاہر بن یونس بن جعفر بن محمد بن صباح رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۸ ص ۱۱۰)

Iqra Ghufran

**بسلسلہ: آدابُ المعاشرت**

مفتی محمد رضوان

# رشتہ داروں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا

رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کی حقیقت کو مختصر لفظوں میں ’’حسنِ اخلاق کے مظاہرے‘‘ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ جن چیزوں کے ذریعہ سے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کی تاکید بیان کی گئی ہے، اور ترغیب دی گئی ہے، وہ سب چیزیں حسنِ اخلاق میں داخل ہیں۔

حسنِ اخلاق کی جامع تعبیر وہ ہے، جو حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ اور بعض دیگر جلیل القدر محدثین نے بیان فرمائی ہے۔

چنانچہ حضرت ابووھب سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ، أَنَّهُ وَصَفَ حُسْنَ الْخُلُقِ فَقَالَ :هُوَ بَسْطُ الْوَجْهِ، وَبَذْلُ الْمَعْرُوْفِ، وَكَفُّ الْأَذَى(ترمذی، حدیث نمبر ۲۰۰۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے حسنِ خلق کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ خندہ پیشانی (سے پیش آنا) اور (دوسروں کے ساتھ) معروف وبھلائی کو اختیار کرنا، اور (دوسروں کو) تکلیف پہنچانے سے بچنا ہے (ترجمہ ختم)

حسنِ خلق کا یہی مفہوم حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے علاوہ، حضرت سفیان ثوری، حضرت سفیان بن عیینہ، اور حضرت فضیل بن عیاض رحمہم اللہ سے بھی مروی ہے۔ [1]

اور مختلف احادیث سے حسنِ خلق کے اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔

حسنِ خلق کے اس مفہوم میں رشتہ داروں کی مال کے ذریعہ سے اعانت بھی داخل ہے، اور اسی طرح بدن کے ذریعہ سے ان کو راحت اور خوشی پہنچانا اور ان کی خبر گیری کرنا اور حسبِ موقع سلام وکلام اور زیارت

---

[1] سَمِعْتُ أَبَا نَصرِ بْنَ قَتَادَةَ، يَقُولُ :سَمِعْتُ أَبَا حَامِدٍ أَحْمَدَ بْنَ عَلِيِّ بْنِ الْحَسَنِ الْمُقْرِءَ، يَقُولُ :سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ شَيْبَانَ الرَّمْلِيَّ، يَقُولُ :اجْتَمَعَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَسُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، وَفُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ، وعَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ :أَلَيْسَ مَعْنَى حَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :إِنَّ حُسْنَ الْخُلُقِ لِيُبَلِّغُ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ "، فَاتَّفَقُوا عَلَى ثَلَاثٍ :بَسْطِ الْوَجْهِ، وَكَفِّ الْأَذَى، وَبَذْلِ الْمَعْرُوفِ(شعب الایمان للبیهقی، رقم الحدیث ۷۷۹۸)

وملاقات کرنا بھی داخل ہے۔ [1]

اور بعض احادیث سے اس بات کی تائید ہوتی ہے، کہ اگر کسی کو مالی وسعت نہ ہوتو وہ خندہ پیشانی اور دوسرے طریقے سے حسنِ خلق کا اہتمام کرلے۔

چنانچہ حضرت عطاء، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

**إِنَّكُمْ لن تسعوا الناس بأموالكم ولكن يسعهم منكم بسط الوجه وحسن الخلق**(مسند البزار،حديث نمبر ۹۳۱۹)

ترجمہ: بے شک تم (سب) لوگوں کے ساتھ اپنے مالوں کے ذریعہ سے اعانت کرنے کی وسعت نہیں رکھتے، لیکن خندہ پیشانی اور حسنِ خلق کی وسعت تم میں سے ہر ایک رکھتا ہے(ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کو مال کے ذریعہ سے دوسرے کی اعانت کی وسعت حاصل نہ ہو، تو اسے چاہئے کہ وہ کم از کم خندہ پیشانی اور حسنِ خلق کو اختیار کرے۔

یہ مضمون اور سندوں سے بھی مروی ہے، اور مجموعی طور پر یہ حدیث حسن درجہ میں داخل ہے۔ [2]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

**قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا، أَحْسَنَهُمْ خُلُقًا، وَأَلْطَفَهُمْ بِأَهْلِهِ "**(مسند احمد،حديث نمبر ۲۴۲۰۴ باسناد صحيح)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومنین میں ایمان میں سب سے کامل وہ لوگ ہیں، جن کے اخلاق بہتر ہوں، اور وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ زیادہ نرمی کا برتاؤ کرنے والے ہوں (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو کبشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :خِيَارُكُمْ خَيْرُكُمْ**

---

[1] (وَصِلَةُ الرَّحِمِ وَاجِبَةٌ وَلَوْ) كَانَتْ (بِسَلَامٍ وَتَحِيَّةٍ وَهَدِيَّةٍ) وَمُعَاوَنَةٍ وَمُجَالَسَةٍ وَمُكَالَمَةٍ وَتَلَطُّفٍ وَإِحْسَانٍ وَيَزُورُهُمْ غِبًّا لِيَزِيدَ حُبًّا(الدر المختار،كِتَابُ الْحَظْرِ وَالْإِبَاحَةِ،فَصْلٌ فِي الْبَيْعِ)

[2] قال المنذري:رواه أبو يعلى والبزار من طرق أحدها حسن جيد (الترغيب والترهيب، كتاب الادب، الترغيب في الحياء وما جاء في فضله والترهيب من الفحش والبذاء )

لِأَهْلِهِ (المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۹۵۴) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے بہتر لوگ وہ ہیں، جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر ہوں (ترجمہ ختم)

گھر والوں میں بیوی بچے سب داخل ہیں، رشتہ داروں میں گھر والوں کا درجہ مقدم ہے، اس لئے ان کا بطورِ خاص ذکر کیا گیا۔ اور اس کے بعد باقی رشتہ داروں کا درجہ ہے، اس لئے گھر والوں کے بعد رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ اخلاق اور اچھا برتاؤ کرنے کی اہمیت ہے۔

اور حضرت نواس بن سمعان انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ فَقَالَ :الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ، وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ (مسلم، حدیث نمبر ۲۵۵۳)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے بارے میں سوال کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیکی حسنِ خلق ہے، اور گناہ وہ جو آپ کے دل میں کھٹک پیدا کرے، اور آپ اس پر لوگوں کے مطلع ہونے کو ناپسند کریں (ترجمہ ختم)

رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کو بھی ''بر'' کہا جاتا ہے، جس کے مقابلہ میں ''عقوق'' اور بدسلوکی کا لفظ استعمال ہوتا ہے (عمدۃ القاری للعینی، ج ۲۲ ص ۸۱، کتاب الادب، باب البر والصلۃ)

ان احادیث وروایات سے رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ خلق کی فضیلت واہمیت معلوم ہوئی۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَنْ تُحَرَّمُ عَلَيْهِ النَّارُ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ عَلَى كل هين لين قريب سهل (صحیح ابنِ حبان، حدیث نمبر ۴۷۰، باسناد صحیح بشواهده)

ترجمہ: کیا میں تمہیں اس آدمی کی خبر نہ دے دوں، جس پر آگ (یعنی جہنم) کو حرام کر دیا گیا ہے، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! بے شک (ہمیں اس کی خبر دیجئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر اس شخص پر جو کہ سنجیدہ، نرم، قریب اور سہل ہو (ترجمہ ختم)

---

[1] قال الالبانی: قلت :وهذا إسناد جيد، وفي عمر هذا ضعف .وله شواهد كثيرة من حديث أبي هريرة وغيره، فانظره فيما تقدم (سلسلة الأحاديث الصحيحة تحت حديث رقم ۱۸۳۵)

اسی قسم کی حدیث حضرت جابر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس اور حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ ۱؎

مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے اخلاق اس طرح کے ہوں کہ وہ باوقار اور سنجیدہ ہو (چھچھورا نہ ہو) اور نرم مزاج رکھتا ہو (سخت مزاج نہ ہو) اور اچھے برتاؤ کی وجہ سے لوگوں کے قریب ہو (دور نہ ہو) اور اس طرح سہل ہو کہ لوگوں کی ضروریات پوری کرتا ہو، اور شریعت کی پابندی کرتا ہو۔ ایسے شخص پر جہنم حرام ہے۔

(کذافی: فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، تحت رقم الحدیث ۲۸۶۳)

اور حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِنَّ أَحَبَّكُمْ إِلَيَّ، وَأَقْرَبَكُمْ مِنِّي فِي الْآخِرَةِ مَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا، وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّي فِي الْآخِرَةِ مَسَاوِئُكُمْ أَخْلَاقًا، الثَّرْثَارُونَ ، الْمُتَفَيْهِقُونَ الْمُتَشَدِّقُونَ (مسند احمد، حديث نمبر ۱۷۷۳۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تم میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ اور آخرت میں مجھ سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں، جن کے اخلاق اچھے ہوں، اور مجھے تم میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور آخرت میں مجھ سے زیادہ دور وہ لوگ ہیں، جن کے اخلاق برے ہوں، جو کہ بہت زیادہ بولنے والے، منہ پھٹ اور چرب لسان ہوں (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِشِرَارِكُمْ ؟ "فَقَالَ ": هُمُ الثَّرْثَارُونَ الْمُتَشَدِّقُونَ ، أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ ؟ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا (مسند احمد،حديث نمبر ۸۸۲۲)

---

۱؎ (المعجم الاوسط للطبرانی،حديث نمبر ۸۳۷، شعب الايمان للبيهيق، حدث نمبر ۸۳۷، مسند ابی يعلىٰ الموصلی، حديث نمبر ۱۸۵۳ ،مكارم الاخلاق للطبرانی، حديث نمبر ۱۴ ،عن جابر)

(المعجم الاوسط للطبرانی،حديث نمبر ۵۷۲۵ ،حلية الاولياء ،ج۲ ص۳۵۶، فوائد تمام ، حديث نمبر ۷۷۵ ،عن ابی هريرة)

(المعجم الاوسط للطبرانی، حديث نمبر ۸۲۵۶، امالی ابنِ مردويه حديث نمبر ۲۳ ،عن انس)

(المعجم الكبير للطبرانی، حديث نمبر ۸۳۲، شعب الايمان للبيهقی، حديث نمبر ۷۷۷۲ ،معرفة الصحابة لابی نعيم، حديث نمبر ۶۲۴۱ ،الآحاد والمثانی، حديث نمبر ۳۰۹ عن معيقيب)

Idara Ghufran

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں تم میں شریر ترین لوگ نہ بتادوں، پھر فرمایا کہ جو لوگ خوب بولنے والے ہوں، اور چرب لسان ہوں، اور کیا میں تمہیں تم میں خیر والے لوگ نہ بتادوں، یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے اخلاق تم سب میں بہتر ہوں (ترجمہ ختم)

ان احادیث سے اچھے اخلاق کی فضیلت اور برے اخلاق کی مذمت اور برائی معلوم ہوئی، اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ اچھے اور برے اخلاق کے اظہار کا زیادہ تعلق انسان کی زبان کے ساتھ ہے۔

(کذافی: فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، تحت حدیث رقم ۴۸۶۱، مرقاۃ المفاتیح، ج۷ص ۳۰۱۹، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، شرح السنة۔ للإمام البغوی، باب ذم البیان والتنطع)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحَاسِنُهُمْ أَخْلَاقًا، الْمُوَطَّئُونَ أَكْنَافًا، الَّذِينَ يَأْلَفُونَ وَيُؤْلَفُونَ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ لَا يَأْلَفُ وَلَا يُؤْلَفُ (المعجم الأوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۴۴۲۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومنین میں کامل ایمان والے وہ ہیں، جن کے اخلاق اچھے ہوں، جو عاجزی اختیار کرنے والے ہوں، اور (لوگوں کو تکلیف پہنچانے سے) کنارہ کشی اختیار کرنے والے ہوں، جو دوسروں سے الفت رکھنے والے ہوں، اور ان سے دوسرے لوگ الفت رکھتے ہوں، اور جو شخص دوسروں سے الفت نہ رکھے، اور اس سے دوسرے لوگ الفت نہ رکھیں، تو وہ ہم میں سے نہیں (ترجمہ ختم)

اسی قسم کا مضمون حضرت ابوہریرہ، اور حضرت عبداللہ، اور حضرت جابر بن عبداللہ، اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

ان احادیث سے حسنِ اخلاق کی اہمیت معلوم ہوئی۔

پس رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آنا، اور ان کے ساتھ نرمی اور درگزر کا سلوک کرنا اور حسنِ کلام سے پیش آنا، صلہ رحمی کا ذریعہ ہے۔

---

[1] (المعجم الأوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۲۴۴۱، واللفظ لہ، الترغیب والترهیب لقوام السنة للاصبهانی، حدیث نمبر ۲۴۴۱، عن ابی هریرة) (مسند البزار، رقم الحدیث، حدیث نمبر ۱۷۲۳، عن عبدالله) (تعظیم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزی، رقم الحدیث ۴۵۶، عن جابر) (تاریخ بغداد، ذكر من اسمه مُحَمّد واسم أبيه إِبْرَاهِيم، عن انس)

**علم کے مینار** مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

# سرگذشت عہدِ گُل (قسط۴۴)

(سوانح حضرت اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت فیوضہم)

## طرزِ تدریس

جامعہ اسلامیہ، صدر میں تقرر کے زمانے میں افتاء کی خدمات کے ساتھ تدریس کی ذمہ داری بھی آپ کے متعلق تھی، جس کا پیچھے ذکر آچکا، اسی طرح ادارہ میں بھی شروع کے بعض سالوں میں جزوی طور پر آپ نے ایک آدھ سبق پڑھانے کا کچھ عرصہ معمول رکھا تھا، راقم الحروف کو بھی جامعہ اسلامیہ کے زمانے میں آپ سے تلمذ کا شرف حاصل ہے، آپ کی تدریس میں درجِ ذیل امور پائے جاتے تھے۔

(۱)......آموختہ، طلباء سے فرداً فرداً تھوڑا تھوڑا ادل بدل کر سنتے تھے، تاکہ یاد کرنے اور محفوظ ومنضبط کرنے کی فکر ہر طالب علم پر مستقل سوار رہے۔

(۲)...... نئے سبق کی عبارت بھی ادل بدل کر سب طلباء سے پڑھواتے تھے، اور عبارت میں اعراب وقواعد کے متعلق کچھ نہ کچھ پوچھ لیتے تھے، تاکہ عبارت کی خواندگی کا سلیقہ پیدا ہو، اور قواعدِ عربیت کا عبارت میں اجراء ہو۔

(۳)...... نئے سبق کی رواں اور شُشتہ زبان میں تقریر کرتے تھے، اور ٹھہر ٹھہر کر اور مکرر سہ کرر دہرا کر سبق کی تقریر کرتے تھے، اور عبارت کو حل کرتے تھے، تاکہ مسئلہ اچھی طرح ذہن نشین ہوجائے، بعض دفعہ سبق کے متعلق کاپیوں میں مشقی کام بھی لکھواتے تھے، تاکہ طلباء استاد کی تقریر کی روشنی میں اپنے الفاظ میں (کتاب کی عبارت سامنے رکھ کر) درس کا حاصل وخلاصہ لکھیں، اور مشکل مقامات کو حل کریں، اور اسی کے ساتھ تحریر وانشاء کی بھی مشق ہو، مافی الضمیر کو تحریری شکل میں منضبط کرنے کی قابلیت پیدا ہو، اور درس اچھی طرح ذہن نشین ہو۔

(۴)......طلبہ کی حاضری لینے کا اہتمام کرتے تھے، اور غیر حاضری کرنے پر یا بروقت سبق میں نہ پہنچنے پر زبانی طور پر مؤاخذہ وتنبیہ فرماتے تھے، اور آپ کی زبانی کلامی تنبیہ اتنی مؤثر ہوتی تھی کہ طالب علم پر

Idara Ghufran

گھڑوں پانی پڑجاتا تھا، اوراپنی غلطی کا احساس پیدا ہوجاتا تھا۔

(۵)......خودحتی الامکان سبق کا ناغہ نہ کرتے تھے، مقررہ وقت پر درس گاہ میں پہنچنے کا اہتمام فرماتے۔

(۶)......اسباق کی ذمہ داریوں کو نبھانے کے ساتھ ساتھ طلبۂ کرام کی اصلاح وتربیت کی طرف خصوصی توجہ فرماتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے چند دنوں کے صرف درسی اسباق کے نتیجہ میں بے شمار طلبۂ کرام میں اپنی اصلاح کا جذبہ پیدا ہوا تھا، بلکہ اصلاح کا اہم باب معلوم ہوا تھا، جس کی طرف سے آج کل عموماً مدارس میں کم اعتنائی پائی جاتی ہے۔

## ثالثی اور پنچایتی تجربات اور اس باب میں آپ کا طرزِ عمل

حتی الامکان آپ لوگوں کے معاملات وتنازعات سے الگ تھلگ ہوکر رہنا پسند کرتے ہیں، لیکن ضرورت ومجبوری آن پڑنے پر بعض تنازعات کے تصفیہ کا بھی اہتمام فرماتے ہیں، آپ کو مختلف متنازع معاملات میں ثالثی کی نوبت بکثرت آتی رہی ہے، یہ متنازع معاملات بعض دفعہ خانگی وازدواجی جھگڑوں کے ہوتے ہیں، بعض دفعہ کاروباری شراکت اور بٹوارے کے بعض دفعہ تقسیمِ میراث کے اور بعض دفعہ مسلکی اختلاف کے۔

کاروباری تنازعات اور میراث کی تقسیم کے بعض معاملات جن سے آپ کو سابقہ پڑا، بہت ہی پیچیدہ، الجھے ہوئے، اور دس دس، بیس بیس سال سے لاینحل معمے اور تناؤ والجھاؤ کا باعث بنے ہوتے تھے۔

آپ کی ثالثی میں بعض معاملات کا تصفیہ ہونے میں بھی لمبا عرصہ صرف ہوا، کہ وقتاً فوقتاً جب سب فریق اکھٹے ہوتے، تو کبھی مہینہ، کبھی کم وبیش میں تصفیہ کی پنچایتی نشستیں منعقد ہوتیں، اور معاملہ تھوڑا تھوڑا کر کے آگے بڑھتا رہتا، اور بتدریج معاملہ نبٹتا۔ اس کے علاوہ ثالثی کے دیگر سادہ معاملات، بہت احسن طریقہ پر افہام وتفہیم کے ساتھ کم سے کم عرصہ میں حل کرنے کی کوشش واہتمام فرماتے ہیں۔

ثالثی قبول کرنے کے لئے آپ دو یا زیادہ جتنے فریق ہوں، سب سے ضرورت محسوس ہونے پر اشٹام پیپر پر تحریروبیانِ حلفی لکھوا کر لیتے ہیں کہ ہم نے اس معاملے کے تصفیہ کا آپ کو مکمل اختیار دیا ہے، جو بھی فیصلہ ہو، ہمارے موافق یا مخالف، بہر حال ہمیں قبول ہوگا، اور فیصلہ قبول نہ کرنے کی صورت میں فلاں تعزیر جو طے ہوگئی ہو، ہم پر لاگو ہوگی۔

بعض اوقات مالی معاملات میں بینک چیک بھی دستخط کروا کر احتیاطاً دونوں فریقوں سے لے کر رکھ لیتے تھے، تا کہ کسی بھی فریق پر دوسرے فریق کے لئے رقم لازم ہونے کی صورت میں ادائیگی کی سہولت

رہے، اور فیصلہ کسی فریق کے خلاف ہونے کی صورت میں وہ فیصلہ سے منحرف نہ ہوسکے، یا کسی اوچھے ہتھکنڈے کے استعمال کی اس کی طرف سے نوبت نہ آئے، کیونکہ پنچایت کے معاملات میں ایسا بہت دیکھنے میں آیا ہے۔

ان چیزوں کے سدِ باب کے لئے اس طرح کی مختلف احتیاطی تدابیر اور پیش بندی کی جاتی ہے، کیونکہ ثالث بننے کا یہ عمل آپ کی طرف سے بغیر کسی عوض و معاوضے کے رضا کارانہ ہوتا ہے، اور متعلقہ فریقوں کی خواہش واصرار پر عمل میں آتا ہے، اور آپ دینی خیر خواہی، اصلاح ذات البین کے تحت ان سردردیوں میں پڑتے ہیں، ورنہ آپ کے علمی مشاغل جس یکسوئی کے متقاضی ہیں، اس کی رو سے اس قسم کے بکھیڑوں میں الجھنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔

اب کچھ عرصہ سے حتی الامکان آپ اپنے تحقیقی کاموں میں غیر معمولی حرج ہونے کی وجہ سے، ثالثی کے معاملات میں پڑنے سے حتی الامکان مجتنِب رہتے ہیں۔

## تقسیمِ میراث کا اہتمام

حضرت مفتی صاحب کے والد صاحب کا انتقال 1992ء میں ہوا تھا، اُس سال آپ کی تخصص کی تکمیل ہو کر تعلیم سے فراغت ہوئی تھی، آپ کے والد صاحب مرحوم نے زندگی کے آخری سالوں میں یہیں چاہ سلطان میں سپئیر پارٹس کی دوکان قائم کی تھی، جس میں مفتی صاحب کے دو بھائی صاحبان بیٹھتے تھے، جنہوں نے یہ کاروبار سنبھال رکھا تھا۔

یہ چونکہ والد صاحب کی قائم کردہ دوکان تھی، اس لئے والد صاحب کے فوت ہونے پر ان کی میراث بنتی تھی، اور وارث ہونے کی حیثیت سے حضرت مفتی صاحب بھی اس میں حصہ دار تھے، آپ نے صفائی معاملات اور تقسیمِ ترکہ کے شرعی مقتضیات کو پورا کرتے ہوئے اسی زمانے میں اس دوکان کا حساب کرایا، اور سب بہن بھائیوں اور والدہ کے حصوں کی تعیین و تقسیم کی، پھر اپنا حصہ وصول کر کے اپنی طرف سے اپنے ان بھائیوں کو دے دیا۔

اگر اس وقت تقسیمِ میراث کا یہ تصفیہ آپ نہ کرتے، تو بعد میں اس کی تقسیم میں کافی پیچیدگیاں اور شاید شکر رنجیاں اور بدمزگیاں بھی پیدا ہوتیں، کیونکہ مذکورہ بھائیوں نے بعد میں بڑی محنت اور جانفشانی سے اس کاروبار کو ترقی دی، اور مزید دوکانیں قائم کیں، مکان اور جگہ خریدی، ایک نیا مکان تعمیر کیا۔

پہلے سے تقسیمِ میراث کا مرحلہ طے ہوچکنے کی وجہ سے اس باب میں کبھی کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوا (جاری ہے)

Idara Ghufran

Idara Ghufran

Idara Ghufran

Idara Ghufran

**تذکرۂ اولیاء** (تذکرہ مولانا رومی کا: قسط۱۰) مفتی محمد امجد حسین

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

# مثنوی کے منتخب اشعار مع تشریح

مولانا روم رحمہ اللہ کی فکر کا حاصل یہی ہے کہ قلب میں عشق ومحبت کی چنگاری سلگا کر اس اسٹیم اور بھاپ کے ذریعے دین کے احکام پر عمل کیا جائے، متکلمین کی کلامی دماغ سوزیاں اور عقل واستدلال کے لمبے چوڑے طومار فرد کی اصلاح کے لئے، اسلامی معاشرے میں دین داری کی سپرٹ بھرنے کے لئے بالکل ناکافی بلکہ مضر ہیں۔

بندہ کے خیال میں علامہ اقبال مرحوم کے فلسفہ عشق وخودی کا حاصل بھی یہی ہے اور اس فکر وفلسفے میں مولانا روم کو وہ اپنا رہبر اور امام قرار دیتے ہیں، مولانا عقل پرستوں، فلاسفہ، اور متکلمین پر جن جن پہلوؤں سے جرح وتنقید کرتے ہیں، انہی بنیادوں پر علامہ اقبال مرحوم الحادی ومادی مغربی فلسفہ سے متاثر، مسلمانوں کے مغرب پرست وروشن خیال طبقات پر تنقید کرتے ہیں، علامہ اقبال مرحوم کا مولانا روم سے خیالی مکالمہ جو ''پیر رومی اور مرید ہندی'' کے عنوان سے علامہ نے منظوم کیا ہے، اس نظم میں اجمالی درجہ میں یہ امور بڑے عمدہ طور سے سامنے آتے ہیں۔

## عقلیت وظاہر پرستی پر نقد وجرح

۞......آزمودم عقل دور اندیش را　　　بعد ازاں دیوانہ سازم خویش را

اس کا مطلب بزبانِ علامہ اقبال مرحوم یہ ہے:

خرد کو آزما چکا ہوں یارب　　　اب مجھے صاحبِ جنون کر

---

۞......اندریں بحث ار خرد رہ بیں بدے　　　فخر رازی راز دارِ دیں بدے

مطلب: غیبی اسرار ورموز اور دین کے حقائق ومعارف سمجھنے کے لئے محض عقل کافی ہوتی تو فخر الدین رازی جیسے ائمہ متکلمین اور اہلِ عقل واستدلال دین کے سب سے بڑے راز دان اور صاحبِ معرفت ہوتے، لیکن عام طور پر ان متکلمین واہلِ استدلال (خصوصاً ان کے متاخرین کا) کی عملی دینی زندگی اتنی مثالی،

Iqra Ghufran

معیاری ونرالی نہیں ہوتی تھی، جتنی یہ دینی مسائل کے متعلق عقل واستدلال کا دماغی خزانہ اپنے پاس رکھتے تھے، دورِ حاضر کے سوٹڈ بوٹڈ، فارغ البال، جدت پسند سکالروں، دکتور حضرات اور مستشرقین کا نمونہ اور نقشہ ذہن میں رہے، تو مولانا کے اس شعر کی گہرائی اور پہنائی خوب کھلتی ہے، بقول اقبال مرحوم: ؎

متاعِ قلندر جز دو حرف لا الہ کچھ بھی نہیں | فقیہ شہر قارون ہے لغت ھائے حجازی کا

متاخرین اشاعرہ، غالی متکلمین، اور مناطقہ وغیرہ اہلِ استدلال کی مولانا نے یوں خبر لی ہے:

چشمِ حس راہست مذہب اعتزال | دیدہ عقل است سنی در وصال

سخرہ حس اند اہل اعتزال | خویش راسنی نمایند از ضلال

ہر کہ در حس ماند او معتزلی است | گرچہ گوید سنیم از خامی است

ہر کہ بیروں شد ز حس سنی ویست | اہل بنیش اہل عقل خویش بیست

مطلب: صرف محسوسات کی آنکھ (سے حقائق کو دیکھنا، پرکھنا) معتزلہ کا مذہب ہے، سنی (محسوسات کا حجاب توڑ کر) عقل (ایمانی بصیرت مراد ہے) کی آنکھ سے حقائق کا ادراک کرتا ہے۔

محسوسات و مادیات کے غلام (جو شریعت کو صرف محسوسات و مادیات کے پیمانوں سے ناپنا چاہتے ہیں) معتزلی ہیں، اپنے آپ کو سنی کہنا ان کی گمراہی اور بھول ہے، خود بھی سنی ہونے کے مغالطے میں مبتلا ہیں، دوسروں کو بھی دھوکہ دے رہے ہیں (متاخرینِ اشاعرہ پر بظاہر چوٹ ہے کہ محض نام کے سنی ہونے کا کوئی فائدہ نہیں، طرزِ استدلال تو تمہارا گمراہ معتزلیوں کی طرح ہے، جن کو محسوسات و مادیات سے آگے کچھ سجھائی ہی نہیں دیتا) سنی وہ ہے جو محسوسات و مادیات کا حصار توڑ کر روحانیات اور غیبی حقائق اور ان کے ادراک کے مقام تک (ریاضت و مجاہدہ اور اتباعِ سنت کا اہتمام کر کے قلب و روح) رسائی پائے۔

## وضاحت

انسان کے پاس علم کا ذریعہ ایک تو حواسِ ظاہرہ ہیں، یعنی آنکھ، ناک، کان، زبان اور لمس (ان حواس کے ذریعے ادراک کرنے والی قوتوں کو قوتِ باصرہ، شامہ، سامعہ، ذائقہ، لامسہ، یعنی دیکھنے، سونگھنے، سننے، چکھنے اور چھونے کی قوتیں کہتے ہیں) ان سب حواس کا کنکش اور رابطہ دماغ کے ساتھ ہے، دماغ میں پھر مزید پانچ قوتیں ہیں، جن کو دماغی حواس یا باطنی حواس کہا جاتا ہے، جو یہ ہیں، حسِ مشترک، حافظہ، خیال، واہمہ اور ذہن، ان میں سے حسِ مشترک تو حواسِ ظاہرہ اور حواسِ باطنہ کا مقامِ اتصال اور بیس کیمپ ہے،

کہ پانچوں ظاہری حواس کی معلومات حسِ مشترک میں پہنچتی ہیں، پھر یہاں سے آگے، متخیلہ (خیال) حافظہ وغیرہ میں جاتی ہیں، اس طرح حافظہ، متخیلہ وغیرہ کا بھی اپنا اپنا دائرہ کار اور حسِ مشترک سے آنے والی معلومات میں عمل دخل، اور تصرف کرنے کا نظام ہے (جس کی تفصیلات فلسفہ وحکمت کی بڑی کتابوں میں مذکور ہیں)

خارجی معلومات وادراکات حواسِ ظاہرہ سے گزر کر حواسِ باطنہ میں پہنچتی ہے، اور حواس باطنہ میں ان کی چھانٹی، درجہ بندی، ریکارڈ وغیرہ مرتب ومحفوظ ہوتے ہیں، پھر اپنی اس تقسیم اور درجہ بندی کے ساتھ یہ ادراکات باطنی حواس سے عقل کو منتقل ہوتے ہیں، عقل ان ادراکات کی درجہ بندی کے مطابق ان معلومات کو سامنے رکھ کر قوانین ونتائج مرتب کرتی ہے، اور اصول وکلیات بناتی ہے، اور پھر حواس کے ان معلومات اور عقل کے نکالے ہوئے نتائج وقوانین کی روشنی میں انسان اس مادی کائنات میں، محسوسات کے اس عالم میں عمل دخل اور تصرف وتدبیر کرتا ہے۔

اس تفصیل سے یہ واضح ہے کہ عقل جو انسان کو شرفِ انسانیت عطا کر کے باقی تمام مخلوقات، حیوانات وغیرہ سے ممتاز کرتی ہے، یہ عقل اپنی فکر وتدبر اور نتائج وقوانین کے بنانے کے عمل میں حواسِ ظاہرہ اور باطنہ کی محتاج ہے، حواسِ ظاہرہ سے حواسِ باطنہ کو، حواسِ باطنہ سے عقل کو محسوسات کے متعلق، کائناتی اشیاء کے متعلق معلومات کا خام مال اور ایندھن نہ ملے، تو عقل عاجز ودرماندہ ہے، پس عقل کا دارومدار جب حواس کی دی ہوئی معلومات پر ہے، اور حواس سے ادراک کرنے کا دائرہ صرف مادی کائنات کی اشیاء ہیں، جو دیکھی، سونگھی، چکھی، سنی یا چھوئی جاسکتی ہوں، اس سے آگے حواس عاجز ہیں، اور پھر حواس کا ایک عجز یہ بھی ہے کہ ہر ایک حاسہ اپنے دائرہ کار سے باہر مادی چیزوں کا بھی ادراک نہیں کرسکتا، مثلاً آنکھ دیکھنے میں کتنی ہی تیز ہو، اور دوررس نتائج دیتی ہو، لیکن سونگھنے یا سننے کا کام کبھی نہیں کرسکتی، کوئی بہرا ہو، لیکن بینا ہو، تو ساری زمین چیخوں سے بھر جائے، آوازوں سے ساری فضا میں ارتعاش اور تموج پیدا ہو جائے، لیکن آنکھ ٹس سے مس نہ ہوگی، بہرے کو مطلق خبر ہی نہ ہوگی کہ کیا ہو رہا ہے، اس بے چاری کی کارفرمائیاں یہاں بے کار ہیں، اس کے گوشہ چشم میں ذراسی جنبش یا تاثر بھی یہ آوازیں پیدا نہیں کرسکتیں، یہی حال ظاہری پانچ حاسوں میں سے ہر ایک حاسے کا ہے، کہ دوسرے حاسہ کے متعلق معلومات کو وہ بالکل محسوس نہیں کرسکتا۔

پس جب عقل کا سارادارومدار ان حواس کی معلومات پر ہے،تو عقل کا عمل دخل اور غور وفکر کا سلسلہ بھی عالم مادی، عالم ناسوت، عالم محسوسات تک ہی محدود ہے، مادی کائنات کے ماوراء جو کچھ حقائق اور غیبی نظام ہیں، جنت، جہنم، جزاوسزا، حشر ونشر، پل صراط، میزانِ عمل، کائنات کے آغاز وانتہاء کے متعلق حقائق، آسمانوں سے اوپر کی کائنات، عرش، کرسی، قلم، اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے رموز یہ سب کچھ عقل کے دائرہ کار سے باہر ہے۔

اس غیبی نظام کے ادراک وعلم کے لئے اللہ تعالیٰ نے وحی کا سلسلہ رکھا ہے کہ خود اللہ کی طرف سے بذریعہ وحی اس غیبی نظام کے متعلق معلومات بھیجی جاتی ہیں، اور یہ وحی ہر کس وناکس پر نہیں بلکہ چنے ہوئے منتخب انسانوں پر بھیجی جاتی ہے، جن کو شریعت کی اصطلاح میں نبی ورسول کہتے ہیں، اس لئے عقل کو وحی کے تابع رکھنا ضروری ہے، کیونکہ وحی کی پرواز وہیں سے شروع ہوتی ہے، جہاں عقل کی پرواز دم توڑ دیتی ہے، یعنی وحی عالم غیب سے بات شروع کرتی ہے:

ذَلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیهِ هُدًی لِلْمُتَّقِینَ .الَّذِینَ یُؤْمِنُونَ بِالْغَیْبِ (البقرة)

دیکھو! قرآن کیسے اپنے آغاز وشروعات میں ہی اس فیصلہ کن ربانی اصول کا اعلان کرتا ہے، کہ یہ کتاب گو ہدایت کا خزینہ ہے، اس کی ہر بات، ہر حکم، ہر تعلیم، ہر غیبی انکشاف، ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے، لیکن بایں ہمہ اس ہدایت سے مستفید وہی سعادت مند لوگ ہو سکتے ہیں، جو ان غیبی حقائق کو بن دیکھے مان لیں، اپنی محدود اور ناقص عقل میں ان کے سمانے کے منتظر نہ رہیں۔

غیبی امور کی جانچ پرکھ کے لئے عقل کو میزان ومعیار بنانا ایسا ہی ہے، جیسے سننے والی چیزوں یعنی آوازوں کے لئے بجائے کان کے آنکھ کو اور دیکھی جانے والی چیزوں (کمیت، مقدار، رنگ، ضخامت، جسامت، اشکال) کے لئے بجائے، آنکھ کے کان کو معیار ومیزان بنایا جائے، ایسا کرنے سے کبھی بھی صحیح نتیجہ حاصل نہ ہوگا، مورخ ابن خلدون نے مقدمہ میں عقل کے متعلق کیسا مناسب فیصلہ کیا ہے:

> عقل ایک صحیح ترازو ہے، اس کے فیصلے یقینی ہیں، جن میں کوئی خلافِ واقعہ چیز نہیں، لیکن تم اس ترازو میں امور توحید وآخرت، حقیقت نبوت، حقائقِ صفاتِ الٰہی، اور وہ تمام امور وحقائق جو ماوراءِ عقل ہیں، تول نہیں سکتے، یہ لاحاصل کوشش ہوگی، اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے ایک ترازو دیکھی جو سونے کا وزن کرنے کے لئے ہے، اس کو اس ترازو میں پہاڑوں کے

تولنے کا شوق پیدا ہوا، جو ناممکن ہے، اس سے ترازو کی صحت پر کوئی حرف نہیں آتا، کیونکہ اس کی گنجائش کی ایک حد ہے، اس طرح عقل کے عمل کا بھی ایک دائرہ ہے، جس سے باہر وہ قدم نہیں نکال سکتی، وہ اللہ اور اس کی صفات کا احاطہ نہیں کرسکتی، کہ وہ اس کے وجود کا ایک ذرہ ہے (مقدمہ ابنِ خلدون ص۴۷۳، تاریخ دعوت وعزیمت ج۴ ص۱۹۶)

اس لئے عقل کا کام یہ نہیں کہ وہ وحی سے ثابت شدہ غیبی حقائق کے صحت وسقم کا فیصلہ کرے، اور جائزہ لے کہ عقل ان کو قبول کرتی ہے یا نہیں، کیونکہ وہ تو عقل سے وراء الوراء ہیں، عقل کی لنگ پائی ان کی گرد کو بھی نہیں پاسکتی، عقل میں وہ کیسے سمائیں گے؟ لہٰذا عقل کی رینج میں نہ آنے کی وجہ سے ان کو خلافِ عقل کہنا بڑی حماقت اور بدعقلی ہے، خلافِ عقل ہونا اور چیز ہے، عقل سے ماوراء ہونا اور چیز ہے، ملحد و دہریین، فلاسفہ اور عقل پرستوں نے انبیاء کے ذریعے ملنے والی خبروں، وحی کے راستے ثابت ہونے والی غیبی باتوں کے بارے میں شور مچایا کہ یہ خلافِ عقل ہیں، تو متکلمین میں سے ایک طبقہ ان کو عقل کی ترازو میں تولنے کے لئے دوڑ پڑا، اور کھینچا تانی وتاویلات درتاویلات کرکے بتکلف غیبی حقائق کو عقل کے دائرے میں محصور کرنے لگے، انہوں نے عقل پرستوں کو ان کے عقل کی اوقات سمجھانے اور یاد دلانے کے بجائے خود بالواسطہ اس بات کو گویا قبول کرلیا، کہ غیبی حقائق کا عقل کے دائرے میں ہونا ضروری ہے، حالانکہ اس راستے کی یہی سب سے بڑی گمراہی ہے، کہ عقل کو علم وہدایت کا آخری سرچشمہ تسلیم کرلیا جائے، وحی کی منکر قومیں، آسمانی شریعتوں کے منکر طبقے، انبیاء کی نبوتوں کے منکر گروہ اگر ایسا کرتے ہیں، تو کہا جاسکتا ہے کہ وہ گمراہ ہیں، ان کو وحی کی حقیقت کا نبوت کی ضرورت واہمیت کا علم نہیں، لیکن مسلمان ہوکر، وحی ونبوت کو تسلیم کرتے ہوئے، پھر ان دہری عقل پرستوں کے شوروشین سے متاثر ہوکر اور ان کی بات کو صحیح تسلیم کرکے اسلام کو، اسلامی احکام واخبار کو عقل پرستوں کے خودساختہ اصولوں کے گرد گھمانا یہ تو بڑی زیادتی کی بات ہے۔

پھر مزے کی بات یہ ہے کہ ان فلاسفہ ومادیین کے دعاوی کے برخلاف خود انسان میں عقل وحواس کے علاوہ ایک وجدانی، باطنی قوت بھی ہے، جب قلب قلب صافی ہو اور عقل عقل سلیم ہو (خواہشات کی غلام نہ ہو) تو یہ ذوقی ووجدانی قوت بڑا کام کرتی ہے، انبیاء پر ایمان لانے والے اولین مومنین کو انبیاء کی بات محض سن کر ہی ایک گہرا یقین اور ایمان بالغیب حاصل ہوجاتا تھا، اس میں اس ذوق ووجدان کا بڑا دخل معلوم ہوتا ہے۔

(جاری ہے............)

**پیارے بچو!** مولانا محمد ناصر

# پہاڑ پر رہنے والے بڑے میاں

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم دیا ہے، کہ جو کام کرنا ہو اُس کے ساتھ ان شاء اللہ کہا کرو۔ ؎ اس لیے مسلمان کو چاہیے کہ جب بھی کوئی کام کرنا ہو، تو ان شاء اللہ کہہ لے۔

بچو! کیا تمہیں پتہ ہے کہ ان شاء اللہ کا کیا مطلب ہے؟ ان شاء اللہ کا مطلب ہے ''اگر اللہ نے چاہا'' مسلمان جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے، اور اس کے ساتھ ان شاء اللہ کہتا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہو جاتا ہے کہ صرف میرے چاہنے سے یہ کام نہیں ہو سکے گا، بلکہ اگر اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو یہ کام ہوگا، اور اگر اللہ تعالیٰ نہیں چاہیں گے تو یہ کام نہیں ہوگا۔

بچو! ان شاء اللہ کہنے کے بہت سے فائدے ہیں، مثلاً ان شاء اللہ کہنے سے ثواب ملتا ہے، اور جس کام کے لیے ان شاء اللہ کہا جائے، اُس کام میں اللہ تعالیٰ کی مدد آتی ہے، اور وہ کام بھی آسانی کے ساتھ اچھی طرح پورا ہوتا ہے۔ اور جو بھی ان شاء اللہ کہتا ہے، چاہے وہ آدمی ہو یا عورت ہو، بچہ ہو یا بچی ہو، اُس کے اندر سے تکبر اور بڑائی ختم ہوتی ہے، اور چھوٹا پن اور عاجزی پیدا ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کو انسان کی عاجزی اور چھوٹا پن بہت پسند ہے۔

اور اگر ان شاء اللہ نہ کہا جائے تو اُس کام کو کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مدد نہیں آتی، اور وہ کام اچھی طرح مکمل نہیں ہوتا۔ اور جو اِن شاء اللہ نہیں کہتا، چاہے وہ آدمی ہو یا عورت ہو، بچہ ہو یا بچی ہو، اُس کے اندر تکبر، غرور اور بڑائی پیدا ہوتی ہے، اور جس میں تکبر، غرور اور بڑائی ہوتی ہے، وہ انسان اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہوتا ہے، اُسے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں سخت سزا دیتے ہیں۔

بچو! آج ہم تمہیں ان شاء اللہ کے بارے میں اسی طرح کا ایک واقعہ سناتے ہیں۔

بہت پرانے زمانے کی بات ہے کہ ایک دفعہ ایک بڑے میاں کسی پہاڑ پر چڑھ گئے، اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ:

اب میں پہاڑ پر ہی ساری زندگی رہوں گا، اور لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے کے بجائے صرف اور

---

؎ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّی فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا. اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ (سورۃ الکھف، آیت ۲۳، و ۲۴)

Idara Ghufran

صرف آپ کی عبادت کیا کروں گا، اور جب مجھے بھوک لگے گی، تو نہ کسی آدمی سے کچھ مانگوں گا، اور نہ درختوں سے کوئی پھل یا پتہ توڑ کر کھاؤں گا، بلکہ جو پھل یا پتے خود بخود زمین پر گریں گے، صرف اُنہیں کھاؤں گا، اور اسی طرح ساری زندگی گزاردوں گا۔

ایک زمانے تک بڑے میاں اپنا وعدہ پورا کرتے رہے، لیکن کیونکہ بڑے میاں نے ان شاءاللہ نہیں کہا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ کو بڑے میاں کا وعدہ پسند نہیں آیا، اور اب اللہ تعالیٰ نے بڑے میاں کا امتحان لینا شروع کیا، اور ان کے لیے مشکلات پیدا فرمادیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دے دیا کہ اُس پہاڑ کی طرف نہ جائے، اور اس پہاڑ کے درختوں کو حکم دے دیا کہ اب کوئی پھل اور پتہ زمین پر نہ گرے۔

کئی دن گزر گئے، اور بڑے میاں کو کھانے کے لیے کچھ نہ ملا، سخت بھوک کی وجہ سے بڑے میاں کو بہت کمزوری ہوگئی، وہ بے چین ہوگئے، صبر نہ کرسکے اپنا وعدہ توڑ دیا اور درختوں سے پھل توڑ کر کھانے لگے۔

**بچو! اب تم بڑے میاں کی سزا سُنو !!!**

ایک رات اُسی پہاڑ پر چوروں کا ایک خطرناک قافلہ اور گروپ پہنچ گیا، اُس شہر کی پولیس کو بھی پتہ چل گیا کہ پہاڑ پر چوروں کا ایک خطرناک قافلہ اور گروپ ہے۔

چوروں کو پکڑنے کے لیے پولیس نے پہاڑ کو ہر طرف سے گھیرے میں لے لیا، اس سے پہلے کہ پولیس چوروں کو پکڑتی، چور کسی طرح پہاڑ سے نکل کر بھاگ گئے، اور پولیس نے بڑے میاں کو چوروں کا سردار سمجھ کر پکڑ لیا، بڑے میاں نے بہت شور مچایا کہ میں چور نہیں ہوں، اور نہ ہی چوروں کا سردار ہوں، لیکن پولیس والوں نے بڑے میاں کی ایک نہ سُنی، اور چوری کی سزا دیتے ہوئے بڑے میاں کے ہاتھ کاٹ دیے۔

اسی دوران ایک امیر آدمی کا وہاں سے گزر ہوا، جو بڑے میاں کو پہلے سے جانتا تھا، جب اُس نے یہ سب کچھ دیکھا تو اُس نے پولیس افسر کو ڈانٹا اور بتایا کہ یہ بڑے میاں تو بہت نیک آدمی ہیں، اور پہاڑ پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، تم نے بڑے میاں کے ہاتھ کاٹ کر بڑا گناہ کیا۔

پولیس افسر کو جب یہ ساری بات پتہ چلی تو وہ بہت خوف زدہ ہوا، اُس نے اپنی غلطی مانی، اور رو رو کر بڑے میاں سے معافی مانگی۔

لیکن بڑے میاں کو پتہ چل چکا تھا کہ پولیس افسر کا کوئی قصور نہیں، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ توڑنے، تکبر اور غرور کرنے اور ان شاءاللہ نہ کہنے کی سزا ہے۔

بچو! اس واقعہ سے ہمیں ایک سبق یہ ملتا ہے کہ کبھی اپنی ہمت اور طاقت پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے، بلکہ سارے کاموں میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہیے، اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہیے، اور جو کام بھی کرنا ہو، اُس کے ساتھ ان شاء اللہ کہنا چاہیے، اور اگر کبھی ان شاء اللہ کہنا بھول جائیں، تو جب یاد آئے اُسی وقت ان شاء اللہ کہہ لینا چاہیے۔

اور اس واقعہ سے دوسرا سبق یہ ملتا ہے کہ جس کام کی طاقت نہ ہو، اُس کا وعدہ ہی نہیں کرنا چاہیے، اور اگر وعدہ کرلیا، تو پھر وعدہ توڑنا نہیں چاہیے، وعدہ توڑنا گناہ ہے، اور اللہ تعالیٰ وعدہ توڑنے والے کو پسند نہیں کرتے۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۳۸ ''تداعی کے ساتھ جماعتی ذکر''﴾

پس معلوم ہوا کہ اس حدیث سے اگر تذکیر و تبلیغ کے لئے اجتماع مراد لیا جائے، تو کیونکہ یہ ذکر متعدی عبادت ہے، جس کے لئے تداعی مسلم ہے، اس لئے اس صورت میں کلام نہیں۔

اور اگر معہود ذکر مراد لیا جائے، جو کہ لازم عبادت ہے، تو یہ فضیلت نفسِ ذکر پر بھی مرتب ہوتی ہے، اور جب ایک سے زیادہ افراد کسی مقام پر بغیر کسی تداعی اور ایک ذکر کے التزام کے ذکر کریں، ان پر بدرجہ اولیٰ یہ فضیلت مرتب ہوتی ہے، کیونکہ ہر ایک کے ذکر پر جب یہ خصلتیں نازل ہونگی، تو ان کی تعبیر اس طرح کی جائے گی، پس ذکر کے لئے تداعی کے ساتھ اجتماع اور ایک ذکر کا التزام پھر بھی اس سے ثابت نہیں ہوتا۔

لہٰذا ان قیود کے ساتھ معہود ذکر کی مروجہ مجالس کے جواز پر استدلال درست نہیں، بالخصوص جبکہ ان قیود کی ممانعت وکراہت کے دلائل بھی موجود ہیں۔ [۱]

---

[۱] ملحوظ رہے کہ بعض حضرات نے حضرت اغر ابو مسلم کی روایت میں لفظ ''یقعد'' سے تداعی پر استدلال کیا ہے، مگر یہ استدلال اس لئے مخدوش ہے کہ ''یقعد'' بطور محاورہ امرِ واقعہ کی قید کے لئے ہے، کہ عموماً ذکر بیٹھ کر ہی کیا جاتا ہے۔

بزمِ خواتین

مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

# ایک آسان اور مفید وظیفہ

معزز خواتین! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں، چاروں صاحبزادیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی زوجۂ مطہرہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئیں، ان صاحبزادیوں کے نام ترتیب وار اس طرح ہیں، سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا، ان کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، ان کے بعد حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا، اور آخری صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں (سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ج ۳ ص ۳۶۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی چاروں صاحبزادیوں میں سب سے زیادہ پیاری حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں، ظاہر ہے کہ انسان کو اپنی اولاد میں سے جو سب سے پیارا ہو، اسے انسان قیمتی، کارآمد اور پائیدار چیز ہی دیا کرتا ہے، لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوال پر جو چیز آپ کو عنایت فرمائی، وہ قیمتی اور فضیلت والی چیز ہی ہے، درجِ ذیل حدیث میں اس چیز کا بیان ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

**أَنَّ فَاطِمَةَ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشْكُو إِلَيْهِ مَا تَلْقَى فِي يَدِهَا مِنَ الرَّحَى، وَبَلَغَهَا أَنَّهُ جَاءَهُ رَقِيقٌ، فَلَمْ تُصَادِفْهُ، فَذَكَرَتْ لِعَائِشَةَ، فَلَمَّا جَاءَ أَخْبَرَتْهُ عَائِشَةُ، قَالَ: فَجَاءَنَا وَقَدْ أَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا، فَذَهَبْنَا نَقُومُ، فَقَالَ: عَلَى مَكَانِكُمَا فَجَاءَ فَقَعَدَ بَيْنِي وَبَيْنَهَا، حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلَى بَطْنِي، فَقَالَ: أَلاَ أَدُلُّكُمَا عَلَى خَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَا؟ إِذَا أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا - أَوْ أَوَيْتُمَا إِلَى فِرَاشِكُمَا - فَسَبِّحَا ثَلاثًا وَثَلاثِينَ، وَاحْمَدَا ثَلاثًا وَثَلاثِينَ، وَكَبِّرَا أَرْبَعًا وَثَلاثِينَ، فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمَا مِنْ خَادِمٍ** (رواه البخاری، كتاب النفقات، باب عمل المرأة فی بيت زوجها، ج ۲ ص ۸۰۷)

**ترجمہ:** (ایک بار) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور چکی پیسنے کے نشان جو ان کے ہاتھوں میں تھے، ان کو دکھا کر اپنی تکلیف ظاہر کرنے کا ارادہ کیا (مقصد یہ تھا کہ کوئی غلام یا باندی مل جائے) اور (وجہ یہ تھی کہ) حضرت

Idara Ghufran

فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات پہنچی تھی کہ (آج کل میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ غلام آئے ہوئے ہیں، حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدہ پر پہنچیں تو وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ رکھتے تھے، لہٰذا ملاقات نہ ہوسکی (جس کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی بات ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ آئیں، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کر دیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائی تھیں، وہ ایسی ایسی بات کہہ گئی ہیں (یعنی یہ کہ مجھے چکی پیسنے کی وجہ سے تکلیف ہے، اگر خدمت کے لئے کوئی باندی یا غلام مل جائے، تو محنت ومشقت والے کام سے نجات مل جائے) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ بات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو ہمارے پاس تشریف لائے، اس وقت ہم دونوں سونے کے لئے لیٹ چکے تھے، ہم (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کے لئے) اٹھنے لگے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں اپنی اپنی جگہ پر رہو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قریب تشریف لائے، اور میرے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان تشریف فرما ہوگئے، اور اتنے قریب مل کر بیٹھ گئے کہ قدم مبارک کی ٹھنڈک مجھے اپنے پیٹ پر محسوس ہوئی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم دونوں کو اس سے بہتر نہ بتادوں، جو تم نے مجھ سے سوال کیا ہے؟ (پھر فرمایا کہ) جب تم (رات کو سونے کے لئے) لیٹو، تو تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس (۳۴) مرتبہ اللہ اکبر کہہ لیا کرو، یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے (بخاری)

تشریح: اس حدیث شریف سے کئی کام کی باتیں معلوم ہوئیں، ان کی قدرے وضاحت درج ذیل ہے۔

(۱)......پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا باوجودیکہ اللہ کے پیارے رسول پاک کی سب سے پیاری صاحبزادی تھیں، لیکن پھر بھی اپنے گھر کے مشقت والے کام بھی خود ہی کرتی تھیں، چنانچہ چکی پیسنے کا ذکر تو اسی حدیث میں مذکور ہے، اور اس کے علاوہ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا صرف چکی ہی نہیں پیستی تھیں، بلکہ پانی بھی مشکیزے میں بھر کر لاتی تھیں، جس کے نشانات ان کے سینے میں پڑ گئے تھے، اور اپنے گھر میں جھاڑو بھی خود ہی دیتی تھیں، جس کی وجہ سے آپ کے کپڑے گرد وغبار میں بھر جاتے تھے، اور آپ ہنڈیا وغیرہ پکانے کے لئے آگ بھی خود ہی

جلاتی تھیں، جس کی وجہ ان کے کپڑوں کا رنگ دھوئیں کے اثر سے سیاہی مائل ہو جاتا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اپنے گھر کا کام کاج کرنا کوئی عیب کی بات نہیں، بلکہ خوبی کی بات ہے، اور گھر کا کام خود کرنے میں یہ فائدہ بھی ہے کہ اس سے عورت کی صحت اچھی رہتی ہے، وہ ہر وقت چست اور چاق وچوبند رہتی ہے، اور کام بھی مرضی کے مطابق ہوتا ہے۔

آج کل غریب اور متوسط گھرانے میں تو عموماً عورتیں خود ہی گھر کے کام (مثلاً کھانا پکانا، جھاڑو دینا، برتن دھونا، کپڑے دھونا، اور استری کرنا وغیرہ) کرتی ہیں، لیکن بعض مالدار گھرانوں میں عورتیں خود گھر کا کام کرنا عیب سمجھتی ہیں، یہ درست نہیں، اگر کسی عذر یا ضرورت کی وجہ سے گھر کا کام دوسروں سے کرالیا جائے، تو یہ کوئی گناہ کی بات نہیں، اور نہ ہی ناجائز ہے، مگر خود اپنے ہاتھ سے گھر کا کام کرنے کو عیب سمجھنا، اور گھر کا کام خود کرنے والی عورتوں کو حقیر سمجھنا جائز نہیں، سخت گناہ ہے، اس لئے کہ اگر یہ عیب یا گناہ کا کام ہوتا، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی کے لئے اس کو ہرگز گوارا نہ فرماتے۔

اس لئے خواتین کو اپنے گھر کے تمام کام خود کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے، بیٹیوں، بہوؤں کے ہوتے ہوئے جتنا کام اپنے ہاتھ سے کرسکتی ہوں، خود کرنا چاہئے، اور اپنی بیٹیوں کو بھی خود کام کرنے کا اور سلیقہ سے کام کرنے کا عادی بنانا چاہئے، اگر آپ کی بیٹیوں کو خود سلیقہ سے گھر کا کام کرنا آتا ہوگا، تو اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ وہ سسرال کے گھر میں سکھ چین سے آباد رہیں گی، اور خاندان خصوصاً اپنی ماں کی عزت کا باعث ہونگی۔

اس کے برعکس جو لڑکیاں اپنے میکے میں سلیقہ سے کام کرنے کی عادی نہیں ہوتیں، وہ بے چاری سسرالی گھر میں جا کر پریشان رہتی ہیں، یا مشکل سے ایڈجسٹ ہوتی ہیں، بلکہ خواتین کو چاہئے کہ اپنے بیٹوں کو بھی محنت وجانفشانی سے کام کرنے کا عادی بنائیں۔

(۲)......دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باوجویکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اس خواہش (جو فقط خواہش ہی نہیں تھی، بلکہ ایک واقعی ضرورت تھی) کو پورا فرما سکتے تھے کہ کوئی باندی یا غلام کام کرنے کے لئے آپ کو مہیا فرمادیتے، یا یہ فرمادیتے کہ آئندہ جب کبھی باندی، غلام آیا تو دے دونگا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ تمہیں اس چیز سے بہتر نہ بتادوں، جس کا تم نے سوال کیا ہے، اور پھر اس سے بہتر چیز اللہ تعالیٰ کے ذکر کے چند کلمات ارشاد فرمائے، جو اس حدیث شریف سے معلوم ہوئے۔

اس سے یہ پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کی پاکی، تعریف اور بڑائی کے کلمات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں

خادم سے زیادہ بہتر ہیں۔

سوچنے کی بات ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری صاحبزادی کی خادم، باندی کی فرمائش کے نعم البدل کے طور پر ان کو دنیا کی کوئی چیز مثلاً سونے، چاندی کا زیور، مال دولت، صاف ستھرا گھر، عمدہ برتن اور بہترین کپڑے (یا کوئی ایسی چیز جس سے عموماً عورتوں کو دلچسپی ہوتی ہے، اور جن کے ملنے پر وہ اپنی مطلوبہ فرمائش سے ہاتھ کھینچ لیتی ہیں، اور فرمائش کے بجائے اسی چیز پر خوش ہوجاتی ہیں، وغیرہ) نہیں دی، بلکہ اپنی لاڈلی بیٹی کی توجہ دنیا کی راحت وسہولت سے ہٹا کر آخرت کی راحت وسہولت کی طرف پھیر دی، اور ایک ایسا عمل ارشاد فرمایا، جس کے اختیار کرنے سے آخرت میں راحت اور سہولت حاصل ہوتی ہے، چنانچہ یہ فرمایا کہ ”جب تم (رات کو سونے کے لئے) لیٹو، تو تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمدللہ اور چونتیس (۳۴) مرتبہ اللہ اکبر کہہ لیا کرو، یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے“

اس سے معلوم ہوا کہ خواتین کو چاہئے کہ وہ دنیوی راحت کے ساتھ ساتھ اخروی راحت کو بھی پیشِ نظر رکھیں، اور اپنی اولاد کی بھی صرف دنیوی راحت وسہولت کو ہی اپنی سوچ کا محور نہ بنالیں، بلکہ ان کی اخروی راحت کے بارے میں بھی سوچتی رہیں، اور انہیں ایسے اعمال واذکار کی طرف بھی متوجہ کرتی رہیں، جن سے آخرت میں ان کو راحت وسہولت حاصل ہو۔

آج کل والدین یہ تو سوچتے ہیں کہ میرے مرنے کے بعد میرے بچوں کا کیا ہوگا؟ لیکن یہ سوچ بہت کم لوگ رکھتے ہیں کہ بچوں کے مرنے کے بعد بچوں کا کیا ہوگا؟ کیونکہ بچوں نے بھی آخر ایک دن مرنا ہے نا۔

(۳)......تیسری بات بعض حضرات کے بقول یہ معلوم ہوئی کہ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خادم وباندی طلب کرنے کے جواب میں ان کو سوتے وقت یہ کلمات پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے، اس لئے سوتے وقت ان کے پڑھنے سے ایک طرح کی قوت حاصل ہوتی ہے، اور دن بھر کی تھکن، محنت اور کام کاج کی دکھن دور ہوجاتی ہے، اس لئے آپ بھی سوتے وقت ان کلمات کے پڑھنے کا معمول بنائیں، یہی سمجھیں کے سوتے وقت طاقت کی داوا کی ایک خوراک لینی ہے، جس سے ان شاءاللہ روحانی سکون حاصل ہوگا، اگر شروع رات میں سوتے وقت یہ تسبیحات پڑھنے سے رہ جائیں، تو بعد میں جب بھی موقع لگے، رات کو کسی بھی وقت پڑھ لی جائیں، بستر پر لیٹے لیٹے بھی یہ تسبیحات پڑھی جاسکتی ہیں، بے وضو حالت میں بلکہ حیض ونفاس کی حالت میں بھی یہ تسبیحات پڑھنا جائز ہے۔

لہٰذا تمام خواتین کو رات سوتے وقت اس انتہائی آسان، مستند اور مفید وظیفے کا معمول بنالینا چاہئے، تاکہ دنیا آخرت میں راحت وسہولت حاصل ہوسکے۔ وفقکم اللہ تعالیٰ وایای۔

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

# بیکٹیریا اور مائیکروبس کے استعمال اور خرید وفروخت کا حکم

## سوال

کچھ خوردبینی جاندار جو کھانے پینے کی چیزوں میں پائے جاتے ہیں، جن کو سائینس کی زبان میں بیکٹیریا (BACTERIAS) یا مائیکروبس (Microbes) کہا جاتا ہے۔ یہ جاندار کھانے پینے کی اشیاء میں زندہ اور مردہ دونوں حالتوں میں ہوتے ہیں، اور کئی مرتبہ انہی جانداروں کے بڑھ جانے کے باعث کھانے پینے کی اشیاء خراب بھی ہوجاتی ہیں، یا ان کی ماہیت بھی بدل جاتی ہے، مثلاً دودھ پھٹ گیا، اس سے دہی بن گئی۔اسی طرح بیکری میں تیار کی جانے والی کئی چیزوں میں ان (BACTERIAS) کو خرید کر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

ہمارے معاشرے میں کچھ کمپنیاں ان کی افزائش نسل بھی کرتی ہیں، پھر ان کو ٹیبلٹ اور ایک پاؤڈر کی شکل میں فروخت کیا جاتا ہے۔ نیز جب کوئی چیز حفظانِ صحت کے عین مطابق ہوتی ہے، اس میں اس وقت بھی یہ بیکٹیریا پائے جاتے ہیں۔ان جانداروں کی تعریف اور ان کا استعمال کہاں کہاں ہوتا ہے، اور ان کے جاندار ہونے کا ثبوت بشکل تصاویر بھی ساتھ منسلک کیے جارہے ہیں۔

براہِ کرم اس بات کی وضاحت فرمادیں کہ ان جانداروں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

ان کی خرید وفروخت، ان کو زندہ یا مُردہ حالت میں کھانے پینے کی اشیاء میں استعمال کرنا اور ان سے بنی ہوئی چیزوں کا شرعی حکم کیا ہے؟ والسلام

محمد اشرف علی فاروقی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداومصلیا

اللہ تعالیٰ نے کائنات کے ہر ذرے اور ہر چیز میں ایک خاص قسم کی حیات رکھی ہے جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس کرتی ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

**وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھو ن تسبیحھم** (الاسراء :۴۴)

Idara Ghufran

امام رازی نے اس کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

**فسبحان الله فسبح وسبحوه فإن لم تفعل تسبيحی فالضرر عائد إليک ، لأن لی من يسبحنی ، ومنهم حملة العرش( فَإِنِ استكبروا فالذين عِندَ رَبّکَ يُسَبّحُونَ )ومنهم المقربون ( قَالُواْ سبحانک أَنتَ وَلِيُّنَا )ومنهم سائر الملائكة ( قَالُواْ سبحانک مَا كَانَ يَنبَغِی لَنَا )ومنهم الأنبياء كما قال ذو النون ( لاَ إله إِلاَّ أَنتَ سبحانک )وقال موسى :( سبحانک إِنّی تُبْتُ إِلَيْکَ )والصحابة يسبحون فی قوله :( سبحانک فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ) والكل يسبحون ومنهم الحشرات والدواب والذرات ( وَإِن مّن شَىْء إِلاَّ يُسَبّحُ بِحَمْدَهِ )وكذا الحجر والمدر والرمال والجبال والليل والنهار والظلمات والأنوار والجنة والنار والزمان والمكان والعناصر والأركان والأرواح والأجسام على ما قال :( سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِی السموات )** (مفاتيح الغيب،المعروف،بتفسير الرازی ،سورة البقرة آية ٣٠)

ہر چیز کا تسبیح کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں اس کے مناسب حیات رکھی ہے اگرچہ اس کا ہمیں شعور نہ ہو۔

چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

**والمراد بالسجود عند المحدثين والعلماء المتقدمين الطاعة الاختيارية فان الجمادات وان كانت أمواتا عندنا لكن لها حيوة ما وهی مطيعة طاعة اختيارية لله تعالى قال الله تعالى (قالتا اتينا طائعين) وقال فی وصف الحجارة (وان منها لما يهبط من خشية الله) وقال (وان من شیء الا يسبح بحمده ولكن لا تفقهون تسبيحهم )وقال رسول الله صلّى الله عليه وسلم ان الجبل ينادی الجبل يا فلان هل مرّ بک أحد يذكر الله رواه الطبرانی من حديث ابن مسعود قال البغوی هذا مذهب حسن موافق لقول اهل السنة.** (التفسير المظهری ،سورة الحج،آية:١٨ ،ج٦ص ٢٦١)

اس سے معلوم ہوا کہ کائنات کی بڑی سے بڑی چیز سے لے کر چھوٹی سے چھوٹی چیز کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایک خاص قسم کی حیات اور زندگی رکھی ہے لیکن اس حیات اور زندگی سے اس کی حلت یا حرمت پر استدلال

نہیں کیا جاسکتا بلکہ اللہ تعالی نے حلت اور حرمت کے لئے دوسرے اصول مقرر فرمائے ہیں، ان اصولوں میں سے بنیادی اصول یہ ہے کہ طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام قرار دیا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

**(الَّـذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْـجِيـلِ يَأْمُرُهُـمْ بِـالْـمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُـحَـرِّمُ عَـلَيْهِـمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَـالَّـذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ)** (الاعراف، آية:۱۵۷)

طیبات سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کو طبیعت سلیمہ اور سلیم مزاج پسند کرتا ہے اور خبائث سے مراد وہ ہیں جن سے طبیعت سلیمہ اور سلیم مزاج نفرت کرتا ہو، یا وہ چیزیں بدنی یا دینی نقصان کا باعث ہوں۔

چنانچہ علامہ زحیلی فرماتے ہیں:

**الـطَّيِّبـاتِ مـا تسـتطيبه الأنفس والطباع السليمة من الأطعمة، ومعنى قوله( وَيُـحِـلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ )أى مما حرم فى شرعهم الْخَبَائِثَ ما تستخبثه الطباع السـليـمة وتـنـفـر مـنـه كـالميتة والدم المسفوح، أو يكون سببا فى الضرر البـدنى كالخنزير الذى يسبب أكله الدودة الوحيدة وغيرها من المضار، أو الـضـرر الـديـنى كالمذبوح الذى يتقرب به لغير الله .** (التفسير المنير للزحيلى ،سورة الاعراف ،آية:۱۵۷، ج۹ ص۱۱۷)

اس سے یہ اصول واضح ہوا کہ وہ اشیاء جو سلیم طبیعت کے لوگوں کو پسند ہوں وہ حلال ہیں اور جو طبیعت سلیمہ کے لئے باعث نفرت ہوں وہ حرام ہیں، اسی اصول کے پیش نظر شریعت اسلامیہ میں بڑے سے بڑے جانداروں سے لے کر چھوٹی سی چھوٹی ذی روح چیزوں کا حکم بیان کر دیا گیا ہے لیکن یہ واضح رہے کہ شریعت میں ان جانداروں کا حکم ذکر کیا گیا ہے جو نظر آنے والے ہیں اور ہر شخص ان کو دیکھ سکتا ہے، چنانچہ حیوان اور انعام یعنی چوپایوں سے لے کر حشرات الارض تک کے بارے میں احکام موجود ہیں، قرآن کریم میں ہے:

**(ومـن الانـعـام حـمـولة وفـرشـا ،كـلـوا مما رزقكم الله ولا تتبعوا خطوات**

**الشیطن )** (سورة الانعام ،آیة: ۱۴۲ )

اس کے علاوہ قرآن کریم اور حدیث میں بہت سے جانوروں اور چوپایوں کے بارے میں صراحۃً حلت یا حرمت کا حکم لگایا گیا ہے اور باقی جانوروں کے بارے میں اصول دے دیے گئے ہیں جن کے پیش نظر علماء امت نے اپنے اجتہاد سے حلت یا حرمت کا حکم اخذ کیا ہے۔

سب سے چھوٹے جاندار حشرات ہیں جن کے بارے میں واضح حکم فقہاء کے ہاں ملتا ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**أما الحشرات فهي جمع حشرة :وهي صغار دواب الأرض كما في الديوان ط عن أبي السعود.** (ردالمحتا ر باب الجنايا ت في الحج)

علامہ ثعالبی فرماتے ہیں:

**الحشرات والأحراش والأحناش تقع على هوام الأرض، وروى أبو عمرو، عن ثعلب، عن ابن الأعرابي:أن الهوام ما يدب على وجه الأرض والسوام ما لها سم، قتل أو لم يقتل والقوام كالقنافذ والفأر واليرابيع وما أشبهها.** (فقه اللغة للثعالبي ، الباب السابع عشر في ذكر ضروب الحيوان ،الفصل الثاني في الحشرات .ج ۱ ص ۲۸)

اس سے معلوم ہوا کہ زمین پر چلنے والی جاندار چیزوں میں سے سب سے چھوٹی چیزیں حشرات الارض ہیں جن کے بارے میں جمہور فقہاء کرام کی رائے یہ ہے کہ یہ حرام ہیں کیونکہ یہ خبائث میں شامل ہیں۔

چنانچہ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

**(مسئلة :) يحرم حشرات الأرض مثل الفار والوزغ وغيرها عند الائمة الثلاثة وقال مالك رح يكره ولا يحرم لما ذكرنا لنا حديث أم شريك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر بقتل الوزغ وقال كان ينفخ على ابراهيم متفق عليه وعن سعد بن ابي وقاص ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر بقتل الوزغ وسماه فويسقا رواه مسلم وعن ابي هريرة رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من قتل وزغا في أول ضربة كتبت له مائة حسنةوفي الثانية دون ذلك وفي الثالثة دون ذلك رواه مسلم وسبق في الحديث الأمر بقتل الفارة في الحل والحرم وتسميته**

فاسقة فيحرم الحشرات كلها استدلالا بالوزغ والفارة . (التفسير المظهری ،سورة المائدة، آية: ۵)

بیکٹیریا (Bacterias)، مائیکروبس (Microbes) یا جراثیم (Germs) جیسے جاندار اس طرح نظر نہیں آتے کہ ہر شخص ان کو آسانی سے دیکھ سکے بلکہ یہ خوردبین سے دیکھے جاسکتے ہیں، اس وجہ سے شریعت کی طرف سے حرام کردہ جانداروں (حشرات) میں یہ شامل نہیں لہٰذا ان کو حرام نہیں کہا جاسکتا کیونکہ ایک تو ہر چیز میں جو مخصوص حیات پائی جاتی ہے جیسے کہ پہلے گذرا اس پر کسی چیز کی حلت یا حرمت کا شرعاً مدار نہیں دوسرے شریعت نے انسان کو اتنی باریکیوں کا مکلّف نہیں بنایا کہ وہ خوردبینوں کے ذریعے سے معلوم کرکر کے خفیہ کیفیات کا پتہ چلائے، اگر انسان کو ایسی ذی حیات چیزوں سے بھی بچنے کا مکلّف بنایا جائے تو وہ کسی بھی چیز کو استعمال نہیں کرسکے گا جس کی وجہ سے اس کی زندگی اجیرن بن جائے گی اور اس کو شدید حرج کا سامنا کرنا پڑے گا، جبکہ شریعت کسی ایسے کام کا انسان کو مکلّف نہیں بناتی جس سے اس کو حرج لاحق ہو۔

لہٰذا بیکٹیریا وغیرہ اس جیسی چیزوں پر کوئی مستقل حکم نہیں لگایا جاسکتا بلکہ ان کا حکم اس چیز والا ہوگا جس میں یہ موجود ہیں اگر وہ چیز حلال ہے تو اس کے بیکٹیریا وغیرہ بھی حلال ہوں گے، اور اگر وہ چیز حرام ہے تو اس کے بیکٹیریا وغیرہ بھی حرام ہوں گے، البتہ اگر ان بیکٹیریا وغیرہ کا کسی چیز میں اتنا غلبہ ہوجائے کہ وہ اس کو خراب کر کے ایسا بنادیں کہ طبیعت سلیمہ اس سے نفرت کرنے لگے یا وہ چیز انسان کے لئے نقصان دہ ہوجائے تو وہ چیز حرام ہوجائے گی۔

اس کی مثال یہ ہے کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر گوشت خراب ہوکر اس میں بدبو پیدا ہوجائے تو اس کا کھانا جائز نہیں کیونکہ وہ انسان کے لئے نقصان دہ ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اگر دودھ خراب ہوکر اس میں بہت زیادہ بدبو پیدا ہوجائے تو اس کو پینا جائز نہیں، اگر زیادہ بدبودار نہ ہو تو اس کو پینا جائز ہے کیونکہ پہلی صورت میں وہ صحت کے لئے مضر ہے جبکہ دوسری صورت میں مضر نہیں۔ ایسے ہی پھلوں کے کیڑے جب تک ان میں روح پڑھ کر باقاعدہ ظاہر نہ ہوں ان کا پھلوں کے ساتھ کھانا جائز ہے، ہاں جب ظاہر ہوجائیں تو پھلوں کا کھانا تو جائز ہے جبکہ ان کیڑوں کا علم ہوتے ہوئے ان کا کھانا جائز نہیں۔

چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

(قَوْلُهُ :يَحْرُمُ أَكْلُ لَحْمٍ أَنْتَنَ) عَزَاهُ فِي التَّتَارْخَانِيَّة إلَى مُشْكِلِ الْآثَارِ لِلطَّحَاوِيِّ .قَالَ ح :أَيْ :لِأَنَّهُ يَضُرُّ لَا لِأَنَّهُ نَجِسٌ .وَأَمَّا نَحْوُ اللَّبَنِ الْمُنْتِنِ فَلَا يَضُرُّ ذَكَرَهُ الشُّرُنْبُلَالِيُّ فِي شَرْحِ كَرَاهِيَةِ الْوَهْبَانِيَّةِ .اهـ.قُلْت :وَنَقَلَ فِي التَّتَارْخَانِيَّة عَنْ صَلَاةِ الْجَلَّابِي أَنَّهُ إذَا اشْتَدَّ تَغَيُّرُهُ تَنَجَّسَ، ثُمَّ نَقَلَ التَّوْفِيقَ بِحَمْلِ الْأَوَّلِ عَلَى مَا إذَا لَمْ يَشْتَدَّ، وَمِثْلُهُ فِي الْقُنْيَةِ، لَكِنْ فِي الْحَمَوِيِّ عَنْ النِّهَايَةِ أَنَّ الِاسْتِحَالَةَ إلَى فَسَادٍ لَا تُوجِبُ النَّجَاسَةَ لَا مَحَالَةَ .اهـ .وَفِي التَّتَارْخَانِيَّة :دُودُ لَحْمٍ وَقَعَ فِي مَرَقَةٍ لَا يُنَجِّسُ وَلَا تُؤْكَلُ الْمَرَقَةُ إنْ تَفَسَّخَ الدُّودُ فِيهَا اهـ أَيْ :لِأَنَّهُ مَيْتَةٌ وَإِنْ كَانَ طَاهِرًا .قُلْت :وَبِهِ يُعْلَمُ حُكْمُ الدُّودِ فِي الْفَوَاكِهِ وَالثِّمَارِ.(ردالمحتار فروع فی الاستبراء ،فصل فی الاستنجاء)

اسی طرح کھانے کی اشیاء اگر خراب ہوکران میں تبدیلی واقع ہوجائے توان کا کھانا جائز نہیں۔

چنانچہ ہندیہ میں ہے:

والـلـحـم إذا أنتـن يـحـرم أكـله والسمن واللبن والزيت والدهن إذا أنتن لا يـحـرم والـطـعـام إذا تـغير واشتد تنجس والأشربة بالتغير لا تحرم كذا في خـزانة الـفتـاوى(الـفتـاوى الهـنـدية، كتـاب الـكـراهية،الباب الـحـادى عشر فی الاكل، ج۵ ص ۳۳۹)

ہندیہ میں ایک جگہ یہاں تک لکھا ہے کہ ریشم اور بھڑوں کے کیڑوں میں جب تک روح نہ پڑھ جائے ان کا کھانا جائز ہے۔

چنانچہ ملاحظہ ہو:

أكـل دود الـقز قبل أن ينفخ فيه الروح لا بأس به كذا في الذخيرة.أكل دود الزنبور قبل أن ينفخ فيه الروح لا بأس به كذا في السراجية (حوالہ بالا)

اورظاہر ہے کہ روح پڑنے سے مراد ان کی ظاہری حس اور نقل وحرکت ہے۔

امام الحرمین کے مطابق اگر سر کے اور سیب وغیرہ پھلوں میں کیڑے ہوں اور کوئی شخص ان کو جمع کر کے قصداً کھالے تو اس میں شافعیہ کی دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ یہ حرام ہے جبکہ دوسری روایت یہ ہے کہ یہ حرام نہیں

اوراس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کیڑے طبعاً بھی اس چیز کے تابع ہیں اور ذائقے میں بھی اس کے تابع ہیں جس کی وجہ ان کو حرام نہیں قرار دیا جاسکتا اور یہی روایت راجح ہے۔

**م :(لأن التحريم لا بطريق الكرامة آية النجاسة) ش :أي علامة النجاسة، واحترز بقوله :لا بطريق الكرامة عن الآدمي فإنه حرام لكرامته، وقال أبو زيد :حرمة الشيء مع صلاحيته للغذاء دليل نجاسته كالكلب والخنزير م : (بخلاف دود الخل وسوس الثمار) ش :هذا من كلام الشافعي -رَحِمَهُ اللَّهُ -، وهذا كأنه جواب لمن يقول ما تقول في دود الخل وسوس الثمار، فقال : كلامنا في موت حيوان أجنبي عنه، أما الدود المتولد في الخل ونحوه والتين والتفاح ونحوهما لا ينجس ما مات فيه م :(لأن فيه ضرورة) ش: لأنه تولد منه، والضرورة تمنع الحكم بتنجيسه وحكاية الدارمي عن بعض أصحاب الشافعي أن ما مات فيه ينجس غلط ولا خلاف عندهم في ذلك، ولكن هذا الحيوان ينجس بالموت على المذهب عندهم ولا ينجس على قولهم .وقال إمام الحرمين :وإن جمع منه شيئا وتعمد أكله فوجهان؛ لأنه كجزء منه طبعا وطعما ومع الطعام لا يحرمه أكله على الصحيح .**(البناية شرح الهداية،حكم موت ماليس له نفس سائلة في الماء ،ج ۱ ص ۳۸۹)

اس ساری تفصیل سے ثابت ہوا کہ مختلف اشیاء کے اندر پائے جانے والے بیکٹیریا، مائیکروبس اور جراثیم کوئی مستقل چیز نہیں ہوتے جس کی وجہ سے ان پر کوئی مستقل حکم لگایا جائے بلکہ وہ جس چیز میں موجود ہوں اسی کے تابع اور جزء شمار ہوں گے لہٰذا ان پر اسی چیز کا حکم جاری ہوگا اگر وہ چیز حلال ہے تو وہ بھی حلال ہوں گے اگر وہ چیز حرام ہے تو ان پر بھی حرمت والا حکم جاری ہوگا۔

جہاں تک ان کی مستقل افزائش اور خرید وفروخت کا تعلق ہے اس کا حکم بھی سابقہ تفصیل کی روشنی میں واضح ہے، وہ یہ کہ چونکہ بیکٹیریا وغیرہ اسی چیز کا جزء ہیں جس کے اندر پائے جاتے ہیں لہٰذا ان کی افزائش اور خرید وفروخت کا مطلب یہ ہوگا کہ اس چیز کے ایک جزء کو الگ کر کے اس کی افزائش اور خرید وفروخت کی جارہی ہے لہٰذا اگر وہ چیز ایسی ہے جس کی افزائش اور خرید وفروخت جائز ہے تو اس کے بیکٹیریا، مائیکروبس

اور جراثیم کو الگ کر کے ان کی افزائش اور خرید وفروخت بھی جائز ہوگی، اور اگر اس چیز کی افزائش اور خرید وفروخت ناجائز ہے تو اس کے بیکٹیریا کی افزائش اور خرید وفروخت بھی ناجائز ہوگی جیسے مسلمان کے لئے خنزیر۔

اس کی ایک نظیر یہ بھی بن سکتی ہے کہ فقہاء کے درمیان ریشم کے کیڑوں، انڈوں اور بچوں کی خرید وفروخت کے بارے میں اختلاف ہوا ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ان کی خرید وفروخت کو ناجائز قرار دیتے ہیں کیونکہ انڈے قابل انتفاع چیز نہیں اور کیڑے ہوام اور حشرات الارض میں سے ہیں جبکہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ان کی خرید وفروخت جائز ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں مستقبل میں قابل انتفاع ہیں اور ان کی خرید وفروخت کا لوگوں میں تعامل ہے اس وجہ سے ضرورت کی بنا پر ان کی خرید وفروخت جائز ہے، بعد کے فقہاء نے تعامل اور ضرورت کی وجہ سے امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔

چنانچہ علامہ زیلعی فرماتے ہیں:

**قال (ویباع دود القز وبیضہ) أی یجوز بیعھما وھذا عند محمد وعند أبی حنیفۃ لا یجوز بیعھما وأبو یوسف معہ فی الدود ومع محمد فی بیضہ وقیل فیہ أیضا معہ لأبی حنیفۃ أن الدود من الھوام وبیضہ لا ینتفع بہ فأشبہ الخنافس والوزغات وبیضھا ولمحمد أن الدود ینتفع بہ ، وکذا بیضہ فی المآل فصار کالجحش والمھر ولأن الناس قد تعاملوہ فمست الضرورۃ إلیہ فصار کالاستصناع والفتوی علی قول محمد لما ذکرنا.** (تبیین الحقائق، باب البیع الفاسد، ج۴ ص۴۹)

جیسے ضرورت اور تعامل کی وجہ سے ریشم کے کیڑوں کی افزائش اور خرید وفروخت جائز ہے ایسے ہی بیکٹیریا، مائیکروبس اور جراثیم کی افزائش اور خرید وفروخت بھی اگر کسی مباح اور جائز مقصد کے لئے کی جائے تو اس کی اجازت ہوگی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

منظور احمد

دارالافتاء ادارہ غفران راولپنڈی

۲۸/ ۵/ ۱۴۳۲ھ 02/مئی/2011ء

Idara Ghufran

**کیا آپ جانتے ہیں؟** مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

# نماز میں قبلہ کی طرف رخ کرنے کا حکم

**سوال:**......نماز کے لئے قبلہ کی طرف رُخ کرنے کا جو حکم ہے، کیا اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ سوفیصد بیت اللہ کی طرف رخ کیا جائے، یا اس میں کچھ گنجائش بھی ہے، اور اگر ہے، تو وہ کس حد تک ہے؟ اور اس کے دلائل کیا ہیں؟

آج کل بعض ماہرینِ فن قبلہ کے درست کرنے پر بہت زور دیتے ہیں، اور تھوڑا بہت فرق ہونے کو بھی برداشت نہیں کرتے۔ اس پر تفصیل سے روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے؟

**جواب:**......نماز صحیح ہونے کے لئے قبلہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے، اور قبلہ کی طرف رخ کرنا نماز کی شرائط میں داخل ہے۔ البتہ معذور شخص کا معاملہ جُدا ہے۔ [1]

لیکن استقبالِ قبلہ (یعنی قبلہ کی طرف رخ کرنا) جس کا ہر مسلمان کو سفر وحضر اور بیت اللہ میں اور دنیا کے تمام اطراف میں دن میں پانچ مرتبہ حکم ہے، اس کا شریعت نے نہایت آسان طریقہ تجویز فرمایا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نماز میں بیت اللہ کے قریب اور حاضر شخص کے لئے تو عین بیت اللہ کی طرف رُخ کرنا ضروری ہے، اور بیت اللہ سے دور اور غائب شخص کے لئے بیت اللہ کی جہت کی طرف رُخ کرنا کافی ہے، عین بیتُ اللہ کی طرف رخ کرنا ضروری نہیں۔

بیتُ اللہ سے دور والے لوگوں کے لئے بیتُ اللہ کی جہت وسمت کو ہی اللہ تعالیٰ نے قبلہ کا حکم دے دیا ہے۔ اور وہ پوری جہت قبلہ کا حکم رکھتی ہے۔ [2]

---

[1] اسی طرح نوافل کا بھی بعض صورتوں میں حکم جدا ہے۔
(کذافی: بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ا ص ۱۱۸، کتاب الصلاۃ، فصل شرائط أرکان الصلاۃ)

[2] اور امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہائے کرام کا اس پر اتفاق ہے۔
(کذافی: بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ا ص ۱۱۸، ۱۱۹، کتاب الصلاۃ، فصل شرائط أرکان الصلاۃ، الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الصلاۃ، فتاوی قاضی خان، کتاب الصلاۃ، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، باب شروط الصلاۃ، الفِقہُ الإسلامیُّ و أدلّتُہُ، شروط صحۃ الصلاۃ، الشرط الخامس۔ استقبال القبلۃ)

Idara Ghufran

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

**فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَه**

(سورہ بقرہ آیت ۱۴۴)

**ترجمہ:** پس آپ اپنا منہ مسجدِ حرام کی طرف پھیر لیجئے، اور جہاں بھی تم ہوتو اپنا منہ اسی کی طرف پھیرا کرو(ترجمہ ختم)

اس آیت سے نماز میں قبلہ کی طرف رخ کرنے کا فرض ہونا معلوم ہوا۔

بیت اللہ کے ساتھ ساتھ اطراف میں جو جگہ واقع ہے، اور اس میں طواف کیا جاتا ہے، اس کو مسجدِ حرام کہا جاتا ہے۔ ''شطر'' کے معنیٰ سمت کے آتے ہیں(تاج العروس، مادة شطر)

جس سے اس طرف اشارہ ہے کہ جو لوگ بیت اللہ سے فاصلہ پر ہوں، ان کے لئے اس سمت کا رخ کرنا کافی ہے، جس سمت میں بیت اللہ اور مسجدِ حرام واقع ہے(التفسیر المظهری،سورة البقرة)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

**إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَإِنَّمَا يَسْتَقْبِلُ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ** (سنن ابی داؤد،حدیث نمبر ۴۸۰)

**ترجمہ:** جب تم میں سے کوئی (نماز میں) قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہوتا ہے، تو وہ اپنے رب عز وجل کی طرف رخ کرتا ہے(ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کو اللہ عز وجل نے اپنی طرف رخ کرنے کا درجہ دے دیا ہے۔ [۱]

اور حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَقَالَ :اللّٰهُ أَكْبَرُ "**(سنن ابنِ ماجه،حدیث نمبر ۸۰۳)

---

[۱] اور واقعہ یہ ہے کہ مسجودلہٗ (یعنی جس کے لیے سجدہ کیا جاتا ہے) وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہیں، اور قبلہ مسجود الیہ ہے، یعنی قبلہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے کی جہت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی نعوذ باللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کو مسجود الیہ نہ سمجھے، اور بذاتِ خود بیت اللہ یا اس کے در و دیوار کو مسجود الیہ سمجھے، تو یہ شرک میں داخل ہے۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے، تو قبلہ کی طرف رخ فرماتے تھے، اور ہاتھ اٹھاتے تھے، اور اللہ اکبر کہتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلاَةِ فَأَسْبِغِ الوُضُوءَ، ثُمَّ اسْتَقْبِلِ القِبْلَةَ فَكَبِّرْ (بخاری، حدیث نمبر ۶۲۵۱)

ترجمہ: جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوں، تو پہلے اچھی طرح وضو کریں، پھر قبلہ کی طرف رخ کریں، پھر تکبیرِ تحریمہ کہیں (ترجمہ ختم)

اس قسم کی آیات اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے (اعلاء السنن ج ۲ ص ۱۷۶، باب مسائل استقبال القبلة)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ البَيْتَ، دَعَا فِي نَوَاحِيهِ كُلِّهَا، وَلَمْ يُصَلِّ حَتّٰى خَرَجَ مِنْهُ، فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ قُبُلِ الكَعْبَةِ، وَقَالَ: هٰذِهِ الْقِبْلَةُ (بخاری، حدیث نمبر ۳۹۸)

ترجمہ: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے، تو اس کے تمام اطراف میں دعا کی، اور اس سے باہر نکلنے سے پہلے نماز نہیں پڑھی، پھر جب باہر تشریف لے آئے، تو کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھیں، اور فرمایا کہ یہی قبلہ ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

ثُمَّ خَرَجَ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ وَجْهِ الْكَعْبَةِ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ: هٰذِهِ الْقِبْلَةُ، هٰذِهِ الْقِبْلَةُ (سنن النسائی، حدیث نمبر ۲۹۱۴، مسند احمد، حدیث نمبر ۲۱۸۳۰)

ترجمہ: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بیت اللہ سے) باہر تشریف لائے، پھر دو رکعتیں کعبہ کے دروازے کے سامنے رُخ کر کے پڑھیں، پھر نماز ختم کر کے فرمایا کہ یہی قبلہ ہے، یہی قبلہ ہے (ترجمہ ختم)

Idara Ghufran

معلوم ہوا کہ جو شخص بیت اللہ کے سامنے حاضر و موجود ہو، اس کو نماز میں عین بیت اللہ کا رخ کرنا ضروری ہے، اور اس سے دائیں بائیں انحراف کر کے نماز پڑھنا درست نہیں۔

(کذافی:اعلاء السنن ج۲ ص ۱۷۶، باب مسائل استقبال القبلة، المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم، كتاب الحج، ومن باب دخول النبى ـ صلى الله عليه وسلم ـ الكعبة)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ (سنن الترمذی، حدیث نمبر ۳۴۲ و حدیث نمبر ۳۴۴)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے (ترجمہ ختم)

اس قسم کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [۱]

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ إِلَّا عِنْدَ الْبَيْتِ (أخبار مكة للفاكهى، رقم الحديث ۲۹۱)

ترجمہ: مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے، سوائے بیت اللہ کے قریب کے (ترجمہ ختم)

اس روایت کی سند معتبر ہے۔ یہ روایت اگرچہ موقوف ہے، مگر حکماً مرفوع ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ (الضعفاء الكبير للعقيلى، حديث نمبر۲۰۹۷)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان عراق والوں کا

---

[۱] قال الترمذى:هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ،وَإِنَّمَا قِيلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ لِأَنَّهُ مِنْ وَلَدِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، وَقَدْ رُوِىَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ، مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَعَلِيُّ بْنُ أَبِى طَالِبٍ، وَابْنُ عَبَّاسٍ وقَالَ ابْنُ عُمَرَ :إِذَا جَعَلْتَ الْمَغْرِبَ عَنْ يَمِينِكَ، وَالْمَشْرِقَ عَنْ يَسَارِكَ فَمَا بَيْنَهُمَا قِبْلَةٌ، إِذَا اسْتَقْبَلْتَ الْقِبْلَةَ وقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ :مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ، هَذَا لِأَهْلِ الْمَشْرِقِ ، وَاخْتَارَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ التَّيَاسُرَ لِأَهْلِ مَرْوٍ(سنن الترمذى،تحت حديث رقم ۳۴۴،بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ)

قبلہ ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

إِذَا جَعَلْتَ الْمَغْرِبَ عَنْ يَمِيْنِكَ وَالْمَشْرِقَ عَنْ يَسَارِكَ فَمَا بَيْنَهُمَا قِبْلَةٌ لِأَهْلِ الشَّمَالِ (مصنف ابنِ ابی شیبۃ، حدیث نمبر ۷۵۱۲، کتاب الصلاۃ)

ترجمہ: جب آپ مغرب کو اپنی دائیں طرف کر لیں، اور مشرق کو اپنی بائیں طرف کر لیں، تو ان دونوں کے درمیان شمال والے لوگوں کا قبلہ ہے (ترجمہ ختم)

مدینہ منورہ اور عراق دونوں بیت اللہ سے شمال کی طرف واقع ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ بیت اللہ سے شمال کی طرف والوں کے لئے مشرق اور مغرب کے درمیان جنوب کی پوری جہت قبلہ ہے، اور جو لوگ بیت اللہ کے قریب اور سامنے ہوں، ان کو خاص بیت اللہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے۔ [1]

گزشتہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حدیث میں مشرق اور مغرب کے درمیان کی جہت کے قبلہ ہونے کا جو ذکر کیا گیا ہے، اس سے مراد بیت اللہ سے شمال کی طرف کے لوگوں کا قبلہ ہے، جو مغرب کو اپنی دائیں طرف، اور مشرق کو اپنی بائیں طرف کر لینے سے متحقق ہو جاتا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ چار سمتوں میں سے ایک سمت والوں کا قبلہ ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بیت اللہ سے غائب اور دور والے لوگوں کے لئے اس جہت کی طرف رخ کرنا کافی ہے، جس جہت میں بیت اللہ واقع ہے۔

پس جو لوگ بیت اللہ سے جنوب کی طرف ہونگے، تو ان کا قبلہ شمال کی طرف ہوگا، جو کہ مشرق کو اپنی دائیں طرف اور مغرب کو اپنی بائیں طرف کر لینے سے متحقق ہو جائے گا۔

اور جو لوگ بیت اللہ سے مشرق کی طرف ہونگے (جیسا کہ اہلِ ہندوپاکستان)، تو ان کا قبلہ مغرب کی طرف ہوگا، جو شمال کو اپنی دائیں طرف اور جنوب کو اپنی بائیں طرف کر لینے سے متحقق ہو جائے گا۔

---

[1] حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ''الاعند البیت'' کے الفاظ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عین بیت اللہ کی طرف رخ کرنا صرف اس کے لئے ضروری ہے، جو بیت اللہ کے قریب اور سامنے ہو۔

اور اس کے علاوہ سب لوگوں کے لئے جہت کی طرف رخ کرنا کافی ہے، خواہ وہ مکہ مکرمہ یا اس کے قرب وجوار میں ہو (مثلاً منیٰ، عرفات، مزدلفہ وغیرہ)

یہی وجہ ہے کہ مسجدِ حرام کے علاوہ مکہ مکرمہ اور اس کے قرب وجوار میں کوئی بھی چھوٹی بڑی مسجد ایسی تعمیر نہیں کی گئی، کہ جو قوس نما ہو، بلکہ سیدھی تعمیر کی گئی ہے۔

Idara Ghufran

اور جو لوگ بیت اللہ سے مغرب کی طرف ہونگے، تو ان کا قبلہ مشرق کی طرف ہوگا، جو جنوب کو اپنی دائیں طرف اور شمال کو اپنی بائیں طرف کرلینے سے متحقق ہوجائے گا (معارف السنن ج۳ص۳۷۵،۳۷۶، جواہر الفقہ ج۲ص۳۶۲، رسالہ ''تنقیح المقال فی تصحیح الاستقبال'' طبع جدید: نومبر 2010)

اور ریاضی کے اصول سے یہ بات ظاہر ہے کہ مشرق، مغرب، شمال اور جنوب کی چاروں جہات (کل دائرہ) تین سو ساٹھ درجات پر مشتمل ہے، اس اعتبار سے چار جہات میں سے پوری ایک جہت جو کہ ربعِ دائرہ کہلاتی ہے، نوے درجات پر مشتمل ہوتی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ چوتھائی دائرہ کے اندر اندر اور بیتُ اللہ کے دونوں جانب ثُمن ثُمن دائرے (یعنی ۴۵،۴۵ درجات) تک نماز درست ہے۔ ۱

---

۱ (کذافی: الذخیرة، لشهاب الدين أحمد بن إدريس القرافي، معارف السنن ج۳ص۳۷۷و ص ۲۸۰، باب ماجاء ان مابين المشرق والمغرب قبلة)

اور امداد الفتاویٰ میں ہے کہ:

ربعِ دائرہ سے کم اختلاف مضر نہیں، سب کی نماز ہوجاتی ہے (امداد الفتاویٰ ج۱ص۱۴۵)

اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

علمائے امت وفقہائے ملت نے قاطبۃً بلا اختلاف تصریح فرمائی ہے کہ سمتِ قبلہ کا مدار آلاتِ رصدیہ وحساباتِ ریاضیہ پر نہیں، بلکہ اس میں مساجدِ قدیمہ کا اتباع وتوافق کافی ہے، جن کی بناء امارات وعلاماتِ عرفیہ پر ہے، اگرچہ قواعدِ ھیئت کی رو سے ان میں سمتِ حقیقی سے کچھ انحراف بھی ہو، جس میں اصل قاعدے سے ربعِ دائرہ ۱ (۹۰ درجہ) کے قریب تک یعنی دونوں جانب ثمن ثمن دائرے تک (۴۵،۴۵ درجہ اور بنا بر احتیاط بین المغربین یعنی ہر طرف ۲۴ درجہ مجموعہ ۴۸ دجہ تک گنجائش ہے (جواہر الفقہ ج۲ص۳۴۲ تا ۳۴۴، رسالہ ''تنقیح المقال فی تصحیح الاستقبال'' طبع جدید: نومبر 2010)

۱ اور حدیث ''مابین المشرق والمغرب قبلۃ'' میں ایک سہل عنوان سے یہی بتلانا مقصود ہے کہ پوری جہتِ جنوب قبلہ ہے، اصطلاحِ ریاضی پر نقطۂ مشرق ومغرب کی درمیانی قوس مراد نہیں، جس سے نصف دائرے کا شبہ ہو سکے، اور یہ ایسا ہی ہے جیسا ہمارے بلاد میں تفہیمِ عوام کے لئے کہا جاوے کہ شمال وجنوب کے درمیان قبلہ ہے، یعنی پوری جہتِ مغرب (ایضاً حاشیہ ص۳۴۲)

اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

پھر جہت قبلہ کے استقبال کے معنیٰ یہ ہیں کہ ایک خط جو کعبہ پر گزرتا ہوا جنوب وشمال پر منتہی ہوجائے، اور نمازی کے وسطِ جبہہ سے ایک خطِ مستقیم نکل کر اس پہلے خط سے اس طرح تقاطع کرے کہ اس سے موقعِ تقاطع پر دو زاویۂ قائمہ پیدا ہوجاویں، وہ قبلہ مستقیم ہیں، اور اگر نمازی اتنا منحرف ہو کہ وسطِ جبہہ سے نکلنے والا خط تقاطع کرکے زاویۂ قائمہ پیدا نہ کرے، بلکہ حادہ یا منفرجہ پیدا کرے، لیکن وسطِ جبہہ کو چھوڑ کر پیشانی کے اطراف میں کسی طرف سے نکلنے والا خط زاویۂ قائمہ پیدا کردے، تو وہ انحرافِ قلیل ہے، اس سے نماز صحیح ہوجاوے گی، اور اگر پیشانی کی کسی طرف سے بھی ایسا خط نہ نکل سکے، جو خطِ مذکور پر زاویۂ قائمہ پیدا کردے، تو وہ انحرافِ کثیر ہے، اس سے نماز نہ ہوگی۔

اور علمائے ھیئت وریاضی نے انحرافِ قلیل وکثیر کی تعیین اس طرح کی ہے کہ پینتالیس درجہ تک انحراف ہو، تو قلیل ہے،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بیت اللہ کے سامنے ہونے کی صورت میں خاص بیتُ اللہ قبلہ اور بیتُ اللہ سے غائب اور دُور والے لوگوں کے لئے بیت اللہ کی پوری جہت یا بالفاظِ دیگر ربعِ دائرہ یا نوے درجات تک قبلہ کا حکم ہے، پینتالیس درجے (یعنی ثُمن دائرہ) بیتُ اللہ سے دائیں اور پینتالیس درجے (یعنی ثُمن دائرہ) بیتُ اللہ سے بائیں۔

پس نمازی جس مقام پر بھی کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہا ہو، تو اس کا سینہ اگر بیت اللہ سے دائیں یا بائیں طرف زیادہ سے زیادہ پینتالیس (45) درجے تک مائل ہو، تو اس کی نماز درست ہوجاتی ہے، اور اس سے زیادہ مائل ہونے کی صورت میں نماز درست نہیں ہوتی۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اس سے زائد ہو تو کثیر، مفسدِ صلاۃ ہے ''کماسیأتی عن الخیریۃ'' چنانچہ عنقریب فتاویٰ خیریہ سے نقل ہوکر آتا ہے، انحرافِ قلیل و کثیر کی تعیین میں فقہائے کرام کا ایک دوسرا قول بھی ہے، جس میں اس سے کم گنجائش ہے، یعنی ما بین المغربین، وہ احتیاط پر مبنی ہے، جیسا کہ آئندہ آتا ہے، اور علمائے ہیئت کے اور بھی اقوال ہیں، جن میں سے بعض اس سے زیادہ وسعت کو چاہتے ہیں، اور بعض میں اس سے کم گنجائش نکلتی ہے، اس جگہ ہم نے بنظرِ احتیاط اوسط سمجھ کر اس قول کو اختیار کیا ہے (ایضاً ص ۳۵۶، ۳۵۷)

[۱] اور فقہائے کرام نے جو بیت اللہ سے دور مصلی کے چہرے سے خواہ سامنے یا دائیں بائیں سے، نکلنے والے خط کو بیت اللہ کے اوپر سے تقاطع کرنے یا وسطِ جبہہ سے نکلنے والے خط کو بیت اللہ سے گزرنے والے خط سے تقاطع کرنے کا ذکر فرمایا ہے، اس کا مآل بھی یہی ہے، نیز صحابۂ کرام کے قائم کردہ محاریبِ قدیمہ کو جو دلیل و حجت قرار دیا گیا ہے، تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ صحابۂ کرام کی قائم کردہ محاریب بھی عینِ قبلہ کے بجائے جہتِ قبلہ پر قائم کی گئی ہیں، اور بلانکیر ان پر عمل جاری رہا ہے، جو کہ ان کے اس پر اجماع ہونے کی علامت ہے، وکفیٰ باجماعھم حجۃ۔

قد علمت أنه لو فرض شخص مستقبلا من بلده لعين الكعبة حقيقة، بأن يفرض الخط الخارج من جبينه واقعا على عين الكعبة فهذا مسامت لها تحقيقا، ولو أنه انتقل إلى جهة يمينه أو شماله بفراسخ كثيرة وفرضنا خطا مارا على الكعبة من المشرق إلى المغرب وكان الخط الخارج من جبين المصلى يصل على استقامة إلى هذا الخط المار على الكعبة فإنه بهذا الانتقال لا تزول المقابلة بالكلية لأن وجه الإنسان مقوس، فمهما تأخر يمينا أو يسارا عن عين الكعبة يبقى شيء من جوانب وجهه مقابلا لها، ولا شك أن هذا عند زيادة البعد؛ أما عند القرب فلا يعتبر كما مر........فعلم أن الانحراف اليسير لا يضر، وهو الذى يبقى معه الوجه أو شيء من جوانبه مسامتا لعين الكعبة أو لهوائها، بأن يخرج الخط من الوجه أو من بعض جوانبه ويمر على الكعبة أو هوائها مستقيما، ولا يلزم أن يكون الخط الخارج على استقامة خارجا من جبهة المصلى بل منها أو من جوانبها كما دل عليه قول الدرر من جبين المصلى، فإن الجبين طرف الجبهة وهما جبينان، وعلى ما قررناه يحمل ما فى الفتح والبحر عن الفتاوى من أن الانحراف المفسد أن يجاوز المشارق إلى المغارب اهـ فهذا غاية ما ظهر لى فى هذا المحل، والله تعالى أعلم (ردالمحتار، ج ۱ ص ۴۳۰، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ بعض حضرات نے حدیث میں مشرق اور مغرب سے سردی اور گرمی کا مشرق (یعنی سورج کے طلوع ہونے کا مقام) اور مغرب (یعنی سورج کے غروب ہونے کا مقام) مراد لیا ہے۔

جس کے پیشِ نظر ان حضرات نے فرمایا کہ اہلِ شمال (مثلاً اہلِ مدینہ) کے لئے سال کے مختصر ترین دن کے سورج کے طلوع ہونے کے مقام اور سال کے مختصر ترین دن کے سورج کے غروب ہونے کے مقام کے درمیان قبلہ ہے۔

اور اہلِ ہند کے لئے خطِ سرطان (یعنی اکیس جون کو سورج غروب ہونے کے مقام) اور خطِ جدی (یعنی اکیس دسمبر کو سورج غروب ہونے کے مقام) کے درمیان کی جہت قبلہ ہے (جو کہ فنی لحاظ سے مجموعی طور پر سینتالیس درجے پر مشتمل ہے، ساڑھے تیئس درجے شمالاً، اور ساڑھے تیئس درجے جنوباً) ۱؎

اور غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اہلِ علم حضرات کی تصریح کے مطابق صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جو محاریب قائم فرمائیں، وہ مذکورہ دونوں طریقوں پر قائم فرمائیں (جب عراق فتح کیا، تو پہلے طریقے پر، اور جب خراسان فتح کیا تو دوسرے طریقے پر) اس لئے پہلا قول توسع پر مبنی ہے، اور دوسرا احتیاط پر۔ ۲؎

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ یجب أن نعرف أن استقبال القبلة يكون إما إلى عين القبلة وهى الكعبة ، وإما إلى جهتها ، فإن كان الإنسان قريباً من الكعبة يمكنه مشاهدتها ففرضه أن يستقبل عن الكعبة لأنها هى الأصل ، وأما إذا كان بعيداً لا يمكنه مشاهدة الكعبة ، فإن الواجب عليه أن يستقبل الجهة وكلما بعد الإنسان عن مكة كانت الجهة فى حقه أوسع ، لأن الدائرة كلما تباعدت اتسعت ولهذا قال النبى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فى أهل المدينة ) :( ما بين المشرق والمغرب قبلة) وذكر أهل العلم أن الانحراف اليسير فى الجهة لا يضر ، والجهات معروف أنها أربع :الشمال ، والجنوب ، والشرق ، والغرب ، فإذا كان الإنسان عن الكعبة شرقاً أو غرباً كانت القبلة فى حقه ما بين الشمال والجنوب ، وإذا كان عن الكعبة شمالاً أو جنوباً صارت القبلة فى حقه ما بين الشرق والغرب ، لأن الواجب استقبال الجهة ، فلو فرض أن الإنسان كان شرقاً من مكة واستقبل الشمال فإن ذلک لا يصح ، لأنه جعل القبلة عن يمينه ، وكذلک لو كان من أهل الشمال واستقبل الغرب فإن صلاته لا تصح ، لانه جعل القبلة عن يساره ، ولو استقبل الشرق فإن ذلک لا يصح ، لأنه جعل القبلة عن يمينه (مجموع فتاوى ورسائل فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين)

۱؎ روى الترمذى عن ابى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال ما بين المشرق والمغرب قبلة قلت أراد بالمشرق مشرق اقصر ايام السنة وبالمغرب مغرب اقصر الأيام وذلک جهة الجنوب وهى قبلة اهل المدينة وكذا لاهل كل قطر قبلة فلاهل الهند القبلة بين المغربين مغرب رأس السرطان ومغرب رأس الجدى(التفسير المظهرى،سورة البقرة)

۲؎ وَمَعْرِفَةُ الْجِهَةِ إمَّا بِدَلِيلٍ يَدُلُّ عَلَيْهِ أَوْ بِالتَّحَرِّى عِنْدَ انْقِطَاعِ الْأَدِلَّةِ فَمِنْ الدَّلِيلِ الْمَحَارِيبُ الْمَنْصُوبَةُ فِى كُلِّ مَوْضِعٍ لِأَنَّ ذَلِکَ كَانَ بِاتِّفَاقٍ مِنْ الصَّحَابَةِ -رَضِىَ اللَّهُ عَنْهُمْ -وَمَنْ بَعْدَهُمْ فَإِنَّ الصَّحَابَةَ -رَضِىَ اللَّهُ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر چہ دوسرا قول احتیاط پر مبنی ہے، مگر دلائل کے لحاظ سے پہلا قول (جو کہ نوّے درجات پر مشتمل ہونے کا ہے) راجح ہے۔

(کذافی معارف السنن ج۳ص ۳۷۸، باب ماجاء ان مابین المشرق والمغرب قبلة)

## تعیینِ قبلہ کے مفہوم میں غلط فہمی اور غلو

آج کل بعض ماہرین جدید اصولوں سے قبلہ کی متعین جہت معلوم کرکے اس کے مطابق مساجد کی تعمیر پر زور دیتے ہیں، اور اگر قدیمی مساجد کے قبلے کے رُخ میں تھوڑا بہت فرق ہو، تو اُس کے قبلے کو درست کرانے یا کم از کم صفیں درست کرکے بچھانے کی تجویز دیتے ہیں، خواہ اس کی وجہ سے جگہ کی تنگی اور دوسری مشکلات کیوں نہ پیدا ہوں۔

اسی کے ساتھ لوگوں کو قدیم مساجد اور سلف کی نمازوں کے بارے میں بھی طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں، اور بعض اوقات اس کی وجہ سے شہری آبادیوں میں نماز پڑھنے کی جگہ تنگ پڑ جاتی ہے، اور بعض اوقات مساجد کی صحیح تعمیر کو منہدم کرکے دوبارہ تعمیر کیا جاتا ہے، جس میں کثیر مال خرچ ہوتا ہے، اور

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عَنۡهُمۡ -فَتَحُوا الۡعِرَاقَ وَجَعَلُوا الۡقِبۡلَةَ مَا بَيۡنَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ ثُمَّ فَتَحُوا خُرَاسَانَ وَجَعَلُوا قِبۡلَةَ أَهۡلِهَا مَا بَيۡنَ الۡمَغۡرِبَيۡنِ مَغۡرِبِ الشِّتَاءِ وَمَغۡرِبِ الصَّيۡفِ فَكَانُوا يُصَلُّونَ إِلَيۡهَا وَلَمَّا مَاتُوا جُعِلَتۡ قُبُورُهُمۡ إِلَيۡهَا أَيۡضًا مِنۡ غَيۡرِ نَكِيرِ مُنۡكِرٍ مِنۡ أَحَدٍ مِنۡهُمۡ وَكَفَى بِإِجۡمَاعِهِمۡ حُجَّةً، وَقَدۡ كَانَتۡ عِنَايَتُهُمۡ فِي أَمۡرِ الدِّينِ أَظۡهَرَ مِنۡ عِنَايَةِ مَنۡ كَانَ بَعۡدَهُمۡ فَيَلۡزَمُنَا اتِّبَاعُهُمۡ فِي ذَلِكَ(المبسوط للسرخسی، كِتَابُ التَّحَرِّي)

يجب أن يعلم بأن معرفة جهة الكعبة إما بدليل يدل عليها أو بالتحرى عند انعدام الدلالة، فمن الدلائل؛ المحاريب المنصوبة فی كل موضع؛ لأن ذلک باتفاق من الصحابة رضی الله عنهم ومن بعدهم، فإن الصحابة فتحوا العراق، وجعلوا القبلة ما بين المشرق والمغرب، ثم فتحوا خراسان، وجعلوا القبلة ما بين المغربين؛ مغرب الشتاء ومغرب الصيف، وكانوا يصلون إليها، ولما ماتوا جعلت قبورهم إليها أيضاً من غير نكير أحد منهم، وكفى بإجماعهم حجة.

ومن الدليل السؤال فی كل موضع؛ لأن أهل كل موضع أعرف بقبلتهم من غيرهم عادة، ومن الدليل النجوم أيضاً على ما حكى عن عبد الله بن المبارک أنه قال :إن أهل الكوفة يجعلون الجدى خلف القفا فی استقبال القبلة، ونحن نجعل الجدى خلف الأذن اليمنى، وكان الشيخ الإمام الزاهد رئيس أهل السنة إمام الهدى أبو منصور الماتريدى رحمه الله يقول :السبيل فی معرفة جهة القبلة أن ينظر إلى مغرب الشمس فی أطول أيام السنة فيعينه، ثم ينظر إلى مغرب الشمس فی أقصر أيام السنة فيعينه ثم يدع الثلثين على يمينه والثلث على يساره، فيكون مستقبلاً للجهة إذا وجد ذلک الموضع، وعند انقطاع هذه الأدلة فإصابة جهة القبلة بالتحرى(المحيط البرهانی فی الفقه،كتاب التحرى،الفصل الأول فی مسائل الصلاة)

رُخ تبدیل کرنے کی وجہ سے پہلی تعمیر کے وقت میں مسجد میں داخل شدہ جگہ کو مسجد سے خارج کردیا جاتا ہے، اور اُس سے بڑھ کر اُس جگہ میں وضوخانے یا غسل خانے بنادیے جاتے ہیں (جبکہ وہ مساجد قبلے کی جہت کے مطابق درست ہوتی ہیں)

ان لوگوں کا یہ طرزِ عمل درست نہیں، کیونکہ یہ بات گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوچکی ہے کہ بیت اللہ سے دور اور غائب لوگوں کے لئے پوری جہت قبلہ کا حکم رکھتی ہے، اوراس پر جمہور کا اتفاق ہے۔ ۱

پھر فقہائے کرام نے صحابہ وتابعین کی محاریب قدیمہ کی اتباع کو حجت قرار دیا ہے، اوراسی پر عمل جاری رہا، اور فقہاء نے اس کے خلاف نہ تو تحری کو حجت قرار دیا، اور نہ فلکیین کے قول اور نہ قواعدِ ریاضیہ کی تدقیق میں پڑنے کو۔

مساجد کے علاوہ گھروں وغیرہ میں بھی عام مسلمانوں کا طرزِ عمل تحرّی وتخمینہ سے جہتِ قبلہ معلوم کرکے نماز پڑھتے رہنے کا رہا ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جہتِ قبلہ کو اتنا آسان بنادیا ہے کہ ہر عالم جاہل، شہری دیہاتی اپنے مقام ومسکن میں تحرّی وتخمینہ سے قبلہ معلوم کرلیتا ہے، نہ کسی ماہرِ فن سے معلوم کرنے کی ضرورت پیش آتی، اور نہ اس کے لیے فنِ ریاضی وفلکی کو سیکھنے کی۔

پس صحابہ وتابعین اوران کی اتباع میں بنی ہوئی مساجد کو جدید فلکی حسابوں سے جانچ کر درست کروانے کی کوششیں کرنا (جبکہ وہ نوے درجات کے اندر اندر ہوں) شرعی اُصولوں بالخصوص حنفی قواعد کے مطابق درست نہیں۔ ۲

---

۱ والذی أقولہ إنہ لو کان واجبا قصد العین لکان حرجا وقد قال تعالی :(وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ) فإن إصابة العین شیء لا یدرک إلا بتقریب وتسامح بطریق الھندسة واستعمال الأرصاد فی ذلک فکیف بغیر ذلک من طرق الاجتھاد ونحن لم نکلف الاجتھاد فیہ بطریق الھندسة المبنی علی الأرصاد المستنبط منھا طول البلاد وعرضھا(بدایة المجتھد و نھایة المقتصد،لمحمد بن أحمد بن محمد بن أحمد بن رشد القرطبی الشھیر بابن رشد، کتاب الصلاة،الباب الثالث من الجملة الثانیة فی القبلة)

۱ (قولہ محاریب الصحابة والتابعین) فلا یجوز التحری معھا زیلعی، بل علینا اتباعھم خانیة ولا یعتمد علی قول الفلکی العالم البصیر الثقة إن فیھا انحرافا..... محاریب الدنیا کلھا نصبت بالتحری حتی منی کما نقلہ فی البحر،ولا یخفی أن أقوی الأدلة النجوم .والظاھر أن الخلاف فی عدم اعتبارھا إنما ھو عند وجود المحاریب القدیمة، إذ لا یجوز التحری معھا کما قدمناہ، لئلا یلزم تخطئة السلف الصالح وجماھیر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

ان لوگوں کو اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اہلِ علم حضرات کی تحقیق کے مطابق مسجدِ نبوی کی سمتِ قبلہ وحی کے ذریعہ سے متعین کی گئی ہے۔ [1]

لیکن امیر مصر ابنِ طولون نے جب مصر میں اپنی جامع مسجد بنانے کا ارادہ کیا، تو اس نے چند ماہرینِ ہندسہ کو مدینہ طیبہ بھیج کر مسجدِ نبوی کی سمتِ قبلہ کو معلوم کیا، تو معلوم ہوا کہ مسجدِ نبوی کی سمت دس درجہ جنوب کی طرف مائل ہے۔ [2]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ المسلمین، بخلاف ما إذا كان فى المفازة فينبغى وجوب اعتبار النجوم ونحوها فى المفازة لتصريح علمائنا وغيرهم بكونها علامة معتبرة، فينبغى الاعتماد فى أوقات الصلاة وفى القبلة، على ما ذكره العلماء الثقات فى كتب المواقيت، وعلى ما وضعوه لها من الآلات كالربع والأسطرلاب فإنها إن لم تفد اليقين تفد غلبة الظن للعالم بها، وغلبة الظن كافية فى ذلك (ردالمحتار، ج ۱ ص ۴۳۰، كتاب الصلاة)

اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سمتِ قبلہ کی تعیین اور بنائے مسجد میں سنت سلف صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے آج تک یہ ہے کہ جس بلدہ میں مساجد قدیمہ مسلمانوں کی تعمیر کردہ موجود ہوں، ان کا اتباع کیا جائے، ایسے مقامات میں آلاتِ رصدیہ اور قواعدِ ریاضیہ کی تدقیق میں پڑنا سنت کے خلاف اور نامناسب و باعثِ تشویش ہے۔ ہاں جنگلات اور ایسی نو آبادیات میں جن میں مساجد قدیمہ موجود نہ ہوں، وہاں قواعدِ ریاضیہ سے مدد لی جاوے، تو مضائقہ نہیں، گو ان سے مدد لینا ضروری وہاں بھی نہیں، بلکہ وہاں بھی تحری اور تخمین قریبی آبادیوں کی مسجد کا کافی ہے۔ اور اگر مساجدِ بلدہ کی سمتیں کچھ باہم متخالف ہوں، تو بظنِ غالب، یا تجربہ کار مسلمانوں کے اندازہ سے جو ان میں زیادہ اقرب معلوم ہوں، اس کا اتباع کرلیا جائے، البتہ اگر کسی بلدہ کی عام مساجد کے متعلق قوی شبہ ہوجائے کہ وہ سمتِ قبلہ سے اس درجہ منحرف ہیں کہ نماز ہی درست نہ ہوگی، تو ایسی صورت میں ان کا اتباع نہ کیا جاوے، بلکہ قواعد ریاضیہ سے سمتِ قبلہ کا استخراج کیا جاوے، یا اس بلدہ کے قریب کی کسی مسجد سے تخمینہ کر کے سمت قبلہ متعین کیا جاوے (جواہر الفقہ ج۲ ص۳۵۴ و ۳۵۵، رسالہ ''تنقیح المقال فی تصحیح الاستقبال'' طبع جدید: نومبر 2010)

[1] حدثنا الحسين بن أبى بكر، حدثنا دعلج بن أحمد، حدثنا الحسين بن إسماعيل، حدثنا عبد الله بن شبيب، أخبرنى محمد بن سلمة، حدثنى محمد بن إبراهيم بن دينار، حدثنى مالك بن أنس، عن زيد بن أسلم، قال ابن عمر وضع جبريل القبلة لرسول الله صلى الله عليه وسلم بالمدينة . قال محمد بن سلمة لم يرو هذا الحديث غير محمد بن إبراهيم (الرواة عن مالك لابى الحسن الدارقطنى، باب الميم)

قال مالك وسمعت أن جبريل هو الذى أقام قبلته للنبى صلى الله عليه وسلم (موطأمالك، فى فضائل المدينة)

النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم نَصَّبَ قِبْلَتَهَا وَهَذَا نَصٌّ مِنْهُ عَلَيْهَا وَرَوَى ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ مَالِكٍ أَنَّ جِبْرِيلَ عليه السلام هُوَ الَّذِى أَقَامَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قِبْلَةَ مَسْجِدِهِ (المنتقىٰ شرح الموطأ، ج ۱، ص ۴۶۹، باب ماجاء فى القبلة)

[2] والمحراب الثانى محراب مسجد أحمد بن طولون، وهو منحرف عن سمت محراب الصحابة، وقد ذكر فى سبب انحرافه أقوال منها :أنّ أحمد بن طولون لما عزم على بناء هذا المسجد، بعث إلى محراب مدينة رسول الله صلّى الله عليه وسلّم من أخذ سمته، فإذا هو مائل عن خط سمت القبلة المستخرج

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

پس جولوگ جدید فلکی حسابات کو بنیاد بنا کر سو فیصدی تعیینِ قبلہ پر اصرار کررہے ہیں، ان کے اصولوں پر تو مسجدِ نبوی کی سمتِ قبلہ بھی درست قرار نہیں پاتی (کذافی: جواہر الفقہ ج۲ص ۳۸۲،۳۸۳، رسالہ ''تنقیح المقال فی تصحیح الاستقبال''، طبع جدید: نومبر 2010)

لہٰذا بعض جدید ماہرین کا نئی مساجد کی تعمیر کے وقت فلکی اور ریاضی قواعد کے مطابق سو فیصدی قبلے کے رُخ پر اصرار کرنا خواہ اُس کی وجہ سے مسجد کی جگہ تنگ ہوجائے، اور ایک بڑا حصہ مسجد کی حدود سے خارج کرنا پڑے۔ یا قدیمی مساجد کی قیمتی عمارات کو منہدم کر کے تعمیرِ نو کرنا یا اُن کی صفوں کو ٹیڑھا بچھا کر نماز پڑھنے کی رائے دینا اور قدیمی مساجد کے داخل شدہ حصے کو مسجد سے خارج کرانا اور اس میں دوسری چیزوں کو تعمیر کرنا اور مسلمانوں میں انتشار وافتراق پیدا کرنا درست طرزِ عمل نہیں ہے، اور شرعی اُصولوں اور شریعت کے مزاج سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ شریعت نے پوری جہت کو جو قبلہ قرار دیا ہے، تو اس جہت کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا درحقیقت قبلے کی طرف رُخ کر کے ہی نماز پڑھنا ہے، لہٰذا اس جہت کی طرف قصداً وعمداً اور بغیر کسی عذر کے بھی نماز پڑھنا درست ہے، اور بعض لوگوں کا یہ سمجھنا کہ جہت کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا صرف معذور ومجبور یا اُن لوگوں کے لیے ہی جائز ہے، جنہیں قبلے کے سو فیصدی رُخ کا علم نہ ہو، یہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بالصناعة نحو العشر درج إلى جهة الجنوب، فوضع حينئذ محراب مسجده هذا مائلا عن خط سمت القبلة إلى جهة الجنوب بنحو ذلک، اقتداء منه بمحراب مسجد رسول الله صلّى الله عليه وسلّم .وقيل :أنه رأى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فى منامه، وخط له المحراب، فلما أصبح وجد النمل قد أطاف بالمكان الذى خطه له رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فى المنام .وقيل غير ذلک(الخطط للمقريزى، ج۴ص ۲۳ ،ذكر المحاريب التي بديار مصر وسبب اختلافها وتعيين الصواب فيها وتبيين الخطأ منها)


# نقشہ اوقاتِ نماز، سحر وافطار (برائے راولپنڈی واسلام آباد شہر)

(مسجدوں، مدرسوں، دفتروں اور گھروں کے لئے یکساں مفید)

قیمت (کارڈ) -/70 قیمت (آرٹ پیپر) -/50

## جاری کردہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی

051-5507270-55075030

**عبرت کدہ** ﴿اِنَّ فِیۡ ذَالِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَ بۡصَارِ﴾ ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

# حضرت یوسف علیہ السلام (قسط۱۱)

## حضرت یوسف علیہ السلام کو عطائے نبوت

جب حضرت یوسف علیہ السلام عزیزِ مصر کے گھر میں مقیم ہوگئے، اور اپنی جوانی کی عمر کو پہنچ گئے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو علم وحکمت عطا کیا گیا۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّہٗۤ اٰتَیۡنٰہُ حُکۡمًا وَّعِلۡمًا وَکَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ (سورۃ یوسف آیت ۲۲)

یعنی ''جب پہنچ گئے یوسف اپنی پوری قوت اور جوانی کو، تو دے دی ہم نے ان کو حکمت اور علم''

یہ قوت اور جوانی کس عمر میں حاصل ہوئی، اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، بعض حضرات کے نزدیک اس وقت آپ کی عمر ۳۳ سال تھی، بعض حضرات کے نزدیک بیس سال، اور بعض حضرات کے نزدیک چالیس سال تھی۔ [1]

---

[1] وقوله :( وَلَمَّا بَلَغَ ) أى :يوسف عليه السلام ( أَشُدَّهُ ) أى :استكمل عقله وتم خلقه .( آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ) يعنى :النبوة، إنه حباه بها بين أولئک الأقوام، ( وَكَذَلِکَ نَجْزِى الْمُحْسِنِينَ ) أى :إنه كان محسنًا فى عمله، عاملا بطاعة ربه تعالى .وقد اختُلِف فى مقدار المدة التى بلغ فيها أشده، فقال ابن عباس ومجاهد وقتادة :ثلاث وثلاثون .وعن ابن عباس :بضع وثلاثون .وقال الضحاک :عشرون .وقال الحسن :أربعون سنة .وقال عكرمة :خمس وعشرون سنة .وقال السدى :ثلاثون سنة .وقال سعيد بن جبير :ثمانية عشرة سنة .وقال الإمام مالک، وربيعة، وزيد بن أسلم، والشعبى :الأشد الحلم .وقيل غير ذلک، والله اعلم (تفسير ابنِ كثير، تحت آيت ۲۲ من سورة يوسف)

وَلَمَّا بَلَغَ يوسف أَشُدَّهُ اى منتهى شبابه وقوته قال مجاهد ثلاثا وثلاثين سنة -وقال السدى ثلاثين سنة وهو سن الوقوف -وقال الضحاک عشرين سنة -وقال الكلبى الأشد ما بين ثمانية عشر الى ثلاثين سنة -وسئل مالک عن الأشد قال هو الحلم آتَيْنَاهُ حُكْماً اى نبوة وقيل إصابة القول وَعِلْماً اى فقها فى الدين او علما بتأويل الرؤيا قيل الفرق بين الحكيم والعالم ان العالم هو الّذى يعلم الأشياء والحكيم هو الّذى يعمل بما يوجب العلم (التفسير المظهرى، تحت آيت ۲۲ من سورة يوسف)

Idara Ghufran

لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حکمت اور علم عطا کرنے سے مراد اس جگہ نبوت عطا فرمانا ہے۔ [۱]

## عزیزِ مصر کی بیوی اور حضرت یوسف علیہ السلام

ایک مشہور صوفی بزرگ ابنِ عطاء اللہ سکندری کا قول ہے کہ:

"رُبَمَا کُمِنَتِ الْمِنَنُ فِي الْمِحَنِ "یعنی" بسا اوقات اللہ تعالیٰ کے احسانات مصائب کے اندر چھپے ہوئے ہوتے ہیں"

حضرت یوسف علیہ السلام کی ساری زندگی اسی مقولہ کا ہو بہو مصداق ہے۔

بچپن میں پہلی مصیبت یا آزمائش کنعان کی بدوی زندگی سے نکال کر تہذیب وتمدن کے گہوارہ "مصر" کے ایک بڑے گھرانے کا مالک بنا دیا، غلامی میں آقائی اسی کو کہتے ہیں۔

اب وقت کی دوسری اور کٹھن آزمائش شروع ہوتی ہے، وہ یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی جوانی کا عالم، حسن وجمال کی فراوانی، دوسری طرف عزیزِ مصر کی بیوی، جس کا ہر وقت کا ساتھ تھا، وہ اپنے دل پر قابو نہ پا سکی، اور حضرت یوسف علیہ السلام پر مفتون ہونے گی، اور حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنا مطلب حاصل کرنے کے لئے ان کو پھسلانے لگی، اور گھر کے سارے دروازے بند کر کے ان کو گناہ کی دعوت دینے لگی۔

لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک لمحہ کے لئے بھی اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی، بلکہ جب انہوں نے ہر طرف سے اپنے آپ کو گھرا ہوا پایا، تو پیغمبرانہ شان کے شایانِ شان سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی، محض اپنے عزم وارادہ پر بھروسہ نہیں کیا، اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کی پناہ مل جائے، اس کو کون صحیح راستے سے ہٹا سکتا ہے۔

اس کے بعد پیغمبرانہ حکمت وموعظت کے ساتھ زلیخا کو نصیحت کرنا شروع کی کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرے، اور اپنے ارادہ سے باز آ جائے، اور اس کو عزیزِ مصر کے احسانات یاد دلائے، کہ اس نے مجھے آرام کی جگہ دی، اور میری پرورش کی، اور مجھے اچھا ٹھکانہ دیا، اس لئے وہ میرا محسن ہے، تو میں محسن کے امانت میں کس طرح خیانت کر سکتا ہوں۔ [۲]

---

[۱] اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نبوت مصر پہنچنے کے بعد بھی کافی عرصہ بعد ملی ہے، اور کنویں کی گہرائی میں جو وحی ان کو بھیجی گئی، وہ وحیِ نبوت نہ تھی، بلکہ لغوی وحی تھی، جو غیر انبیاء کو بھی بھیجی جا سکتی ہے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور حضرت مریم کے بارے میں وارد ہوا ہے (جیسا کہ پچھلی اقساط میں گزرا) نبی کو نبوت سے پہلے والے الہام اور غیر نبی کے الہام میں متکلمینِ اسلام نے فرق کیا ہے، نبی کے نبوت سے پہلے الہام وارشادِ ربانی کو عام طور پر متکلمین نے "ارہاص" کے نام سے موسوم کیا ہے۔

[۲] بعض مفسرین نے نقل کیا ہے کہ اس خلوت کے موقع پر زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مائل کرنے کے لئے ان کے حسن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

قرآن مجید میں اس کی اس طرح منظر کشی کی گئی ہے:

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَیْتَ لَکَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (سورۃ یوسف آیت ۲۳)

یعنی ”جس عورت کے گھر میں وہ رہتے تھے اس نے ان کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا اور دروازے بند کر کے کہنے لگی (یوسف) جلدی آؤ۔ انہوں نے کہا کہ اللہ پناہ میں رکھے وہ (یعنی تمہارے میاں) تو میرے آقا ہیں انہوں نے مجھے اچھی طرح سے رکھا ہے (میں ایسا ظلم نہیں کرسکتا) بے شک ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے“ (جاری ہے............)

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وجمال کی تعریف شروع کی، اور کہا کہ تمہارے بال کس قدر حسین ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بال موت کے بعد سب سے پہلے میرے جسم سے علیٰحدہ ہوجائیں گے، پھر کہا تمہاری آنکھیں کتنی حسین ہیں، تو فرمایا کہ موت کے بعد یہ سب پانی ہوکر میرے چہرے پر بہہ جائیں گے، پھر کہا کہ تمہارا چہرہ کتنا حسین ہے، تو فرمایا کہ یہ سب مٹی کی غذا ہے، پھر کہا یہ ریشم کا بستر ہے، اٹھو، اور میری حاجت پوری کرو، تو فرمایا کہ ایسی صورت میں جنت میں میرا جو حصہ ہے، وہ ختم ہوجائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فکرِ آخرت کو آپ پر مسلط فرمادیا کہ نوجوانی کے عالم میں دنیا کی ساری لذتیں آپ کے سامنے گرد ہوگئیں، اور واقعی صحیح بات یہی ہے کہ فکرِ آخرت ہی وہ چیز ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق شاملِ حال ہو، تو یہ انسان کو ہر جگہ شر سے محفوظ رکھ سکتی ہے۔

**قال السدی وابن إسحاق لما أرادت امراۃ العزیز مراودۃ یوسف عن نفسه جعلت تذکر له محاسن نفسه وشوّقته الی نفسها -فقالت یا یوسف ما احسن شعرک قال هی أول ما ینتشر من جسدی -قالت ما احسن عینک قال هما أول ما یسیل علی وجهی -قالت ما احسن وجهک قال هو للتراب تأکله. وقیل انها قالت ان فراش الحریر مبسوط فقم فاقض حاجتی -قال إذا یذهب نصیبی من الجنة - (التفسیر المظهری، تحت آیت ۲۲ من سورۃ یوسف)**

بعض روایات میں آتا ہے کہ زلیخا نے حضرت یوسف سے کہا کہ تمہارا چہرہ کتنا خوبصورت ہے، تو حضرت یوسف نے فرمایا کہ والدہ کے رحم میں میرے رب نے مجھے یہ صورت بخشی (اس میں میرا کوئی کمال نہیں) اس نے کہا کہ تمہارے بال کتنے خوبصورت ہیں، آپ نے فرمایا کہ قبر میں سب سے پہلے یہی میرے جسم سے جدا ہونگے، اس نے کہا کہ تمہاری آنکھیں کتنی خوبصورت ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ ان آنکھوں سے میں اپنے رب کو دیکھتا ہوں، اس نے کہا یوسف سر اٹھاؤ اور میری طرف دیکھو، تو آپ نے فرمایا کہ مجھے آخرت میں اندھا ہونے کا ڈر ہے، اس نے کہا کہ میرے تمہارے قریب ہوتی ہوں، اور تم مجھ سے دور ہوتے ہو، تو آپ نے فرمایا کہ اس طرح میں اپنے رب کا قرب حاصل کرتا ہوں، اس نے کہا یہ کمبل ہے، اس میں میرے ساتھ داخل ہوجاؤ، تو آپ نے فرمایا کہ یہ کمبل مجھے میرے رب سے نہیں چھپاسکتا، اس نے کہا یہ ریشم کا بستر ہے، میں نے تمہارے لئے بچھایا ہے، اٹھو اور میری حاجت پوری کرو، آپ نے فرمایا کہ اس کی وجہ سے میری جنت والا حصہ مجھ سے چلا جائے گا۔

**وفی الخبر أنها قالت له :یا یوسف !ما أحسن صورۃ وجهک !قال :فی الرحم صورنی ربی، قالت :یا یوسف ما أحسن شعرک !قال :هو أول شی یبلی منی فی قبری، قالت :یا یوسف !ما أحسن عینیک؟ قال :بهما أنظر إلی ربی .قالت :یا یوسف !ارفع بصرک فانظر فی وجهی، قال :إنی أخاف العمی فی آخرتی .قالت یا یوسف !أدنو منک وتتباعد منی؟ !قال :أرید بذلک القرب من ربی .قالت :یا یوسف !القیطون (فرشته لک) فادخل معی، قال :القیطون لا یسترنی من ربی .قالت :یا یوسف !فراش الحریر قد فرشته لک، قم فاقض حاجتی، قال :إذا یذهب من الجنة نصیبی(تفسیر القرطبی، تحت آیت ۲۳ من سورۃ یوسف)**

طب وصحت

مفتی محمد رضوان

# کھجور کے فوائد وخواص (قسط۳)

## برنی کھجور کی فضیلت وافادیت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ تَمَرَاتِكُمُ الْبَرْنِيُّ، يُذْهِبُ الدَّاءَ، وَلَا دَاءَ فِيْهِ** (المعجم الأوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۷۴۰۶، واللفظ لہٗ، مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۷۴۵۱) ۱؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری کھجوروں میں زیادہ بہتر کھجور برنی ہے، جو بیماری کو دور کرتی ہے، اوراس میں کوئی بیماری نہیں ہے (ترجمہ ختم)

اسی قسم کی حدیث حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ ۲؎

اورایک لمبی روایت میں ہے کہ:

**فَقَالَ: أَتُسَمُّوْنَ هٰذَا الْبَرْنِيَّ ؟فَقُلْنَا: نَعَمْ. قَالَ: أَمَا إِنَّهٗ خَيْرُ تَمْرِكُمْ وَأَنْفَعُهٗ لَكُمْ** (مسند احمد، حدیث نمبر ۱۷۸۳۱، واللفظ لہٗ، المعجم الكبير للطبرانی، حدیث نمبر

---

۱؎ قال الذهبی: أخرجناه شاهدا (حوالا بالا)

وقال الهيثمی:

رواه الطبرانی، وأبو يعلى، ورجالهما ثقات وفی بعضهم خلاف (مجمع الزوائد، باب ما جاء فی الأشج ورفقته -رضی الله عنهم)

وقال الالبانی:

روی من حديث بريدة بن الحصيب و أنس بن مالك و أبی سعيد الخدری و مزيدة جد هود ابن عبد الله و علی بن أبی طالب و بعض وفد عبد القيس ......وجملة القول أن الحديث صحيح عندی بمجموع شواهده لأن غالبها لم يشتد ضعفها .و الله أعلم (السلسلة الصحيحة للالبانی، تحت حديث رقم ۱۸۴۴)

۲؎ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :خَيْرُ تَمْرِكُمُ الْبَرْنِيُّ يُذْهِبُ الدَّاءَ وَلَا دَاءَ فِيهِ "(شعب الايمان ،حديث نمبر ۵۴۸۷)

Idara Ghufran

۸۱۲)

ترجمہ: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اس کھجور کا نام ''برنی'' رکھتے ہو؟ ہم نے کہا کہ جی ہاں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہاری کھجوروں میں زیادہ بہتر اور زیادہ نفع بخش کھجور ہے (ترجمہ ختم)

''برنی'' کھجور ''صیحانی کھجور'' سے کچھ بڑی ہوتی ہے، جس کا رنگ سیاہ مائل ہوتا ہے، بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ ان کھجوروں میں سے ہے، جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں خود لگایا تھا۔

بہرحال اس قسم کی احادیث سے برنی کھجور کی فضیلت واہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ ؎

## کھجور کو تربوز اور کھیرے کے ساتھ کھانے کے فوائد

حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَأْکُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ (بخاری، حدیث نمبر ۵۴۴۰، واللفظ لہٗ، مسلم، حدیث نمبر ۲۰۴۳)

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور، کھیرے کے ساتھ کھاتے ہوئے دیکھا (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَأْکُلُ الْبِطِّیْخَ بِالرُّطَبِ فَیَقُوْلُ: نَکْسِرُ حَرَّ ھٰذَا بِبَرْدِ ھٰذَا، وَبَرْدَ ھٰذَا بِحَرِّ ھٰذَا (ابوداؤد، حدیث نمبر ۳۸۳۶، واللفظ لہٗ،

---

؎ (خير تمركم) وفى نسخة ثمراتكم (البرنى يذهب الداء ولا داء فيه) أى فهو خير من غيره من الأنواع وإن كان التمر كله خيرا قال ابن الأثير :وهو ضرب من التمر أكبر من الصيحانى يضرب إلى السواد وهو مما غرسه النبى صلى الله عليه وسلم بيده الشريفة بالمدينة قال :وأنواع تمر المدينة كثيرة استقصيناها فبلغت مئة وبضعا وثلاثين نوعا وزاد ولا داء فيه لأن الشىء قد يكون نافعا من وجه ضارا من آخر(فيض القدير للمناوى، تحت حديث رقم ۴۰۶۰، ج۳ص ۴۸۴، حرف الخاء)

البرنى وهذا من أفضل أنواع التمر(المنتقىٰ شرح المؤطا،كتاب الزكاة،باب زكاة ما يخرص من ثمار النخيل والأعناب)

قوله جاء بلال إلى النبى صلى الله عليه وسلم بتمر برنى بفتح الموحدة وسكون الراء بعدها نون ثم تحتانية مشددة ضرب من التمر معروف قيل له ذلك لأن كل تمرة تشبه البرنية وقد وقع عند أحمد مرفوعا خير تمراتكم البرنى يذهب الداء ولا داء فيه (فتح البارى، ج۴ص ۴۹۰، كتاب الوكالة، قوله باب إذا باع الوكيل شيئا فاسدا فبيعه مردود)

ترمذی، حدیث نمبر ۱۸۴۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو کھجور کے ساتھ کھاتے تھے، اور فرماتے تھے کہ اس (کھجور) کی گرمی کو ہم اس (تربوز) کی ٹھنڈک کے ساتھ، اور اس (تربوز) کی ٹھنڈک کو اس (کھجور) کی گرمی کے ساتھ توڑتے ہیں (ترجمہ ختم)

کھجور کے بارے میں پہلے گزر چکا ہے کہ اس کا مزاج گرم ہے، اور جس شخص کے مزاج میں پہلے سے گرمی ہو، تو اس کے لئے بعض اوقات کھجور کا کھانا مزید گرمی کا باعث ہوسکتا ہے، اس لئے ایسے وقت میں کسی ٹھنڈی چیز کے ساتھ اس کا استعمال کرنا مناسب ہے، جس سے اس کی گرمی کی اصلاح ہوجاتی ہے، اور اس کا مزاج معتدل بن جاتا ہے۔

اور کھیرے اور تربوز کا مزاج ٹھنڈا ہے، جس کے ساتھ کھانے سے جہاں کھجور کی گرمی کی اصلاح ہوتی ہے، اسی کے ساتھ کھیرے اور تربوز کی ٹھنڈک کی بھی اصلاح ہوتی ہے، اور اس طرح دونوں ملا کر معتدل مزاج اختیار کر لیتے ہیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طب کا اصولی علم بھی عطا فرمایا تھا۔[۱]

---

[۱] قال القرطبی :یؤخذ من هذا الحدیث جواز مراعاة صفات الأطعمة وطبائعها، واستعمالها علی الوجه الألیق بها علی قاعدة الطب؛ لأن فی الرطب حرارة، وفی القثاء برودة، فإذا أکلا معا اعتدلا، وهذا أصل کبیر فی المرکبات من الأدویة .ومن فوائد أکل هذا المرکب المعتدل تعدیل المزاج، وتسمین البدن، کما أخرجه ابن ماجه صح حدیث عائشة أنها قالت " :أرادت أمی أن تهیئنی للسمن لتدخلنی علی النبی -صلی الله علیه وسلم -فما استقام لها ذلک حتی أکلت الرطب بالقثاء فسمنت کأحسن السمن "اهـ.

وفی روایة للترمذی عن عائشة :أنه -صلی الله علیه وسلم -کان یأکل البطیخ بالرطب .وفی روایة للترمذی والبیهقی :أنه -صلی الله علیه وسلم -کان یأکل البطیخ بالرطب ویقول " :یکسر حر هذا ببرد هذا وبرد هذا بحر هذا ."وفی القاموس :البطیخ کسکین .وأخرج أبو نعیم فی کتاب الطب له بسند فیه ضعف، عن أنس أنه -علیه السلام -کان یأخذ الرطب بیمینه والبطیخ بشماله، فکان یأکل الرطب بالبطیخ، وکان أحب الفاکهة إلیه .وأخرج الترمذی فی الشمائل، عن أنس -رضی الله عنه -قال :رأیت رسول الله -صلی الله علیه وسلم -یجمع بین الخربز والرطب وهو بکسر الخاء المعجمة وسکون الراء، وکسر الموحدة آخرها زای، وهو البطیخ بالفارسیة علی ما فی النهایة .وقیل :هو نوع من البطیخ وهو الأصفر، وقیل :هو الأخضر، وهو الأنسب لأن الأصفر فیه حرارة، اللهم إلا أن یقال فیه بالنسبة للرطب برودة ;وإن کان فیه لحلاوته طرف حرارة ویمکن حمله علی نوع منه لم یتم نضجه، فإن فیه برودة یعدلها الرطب .وقد قال الشیخ شمس الدین الدمشقی :روی أبو داود والترمذی عن النبی -صلی الله علیه وسلم -أنه کان یأکل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

## آنکھ دکھتے وقت کھجور کھانا

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

**قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ خُبْزٌ وَّتَمْرٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:اُدْنُ فَكُلْ فَأَخَذْتُ آكُلُ مِنَ التَّمْرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَأْكُلُ تَمْرًا وَبِكَ رَمَدٌ؟ قَالَ، فَقُلْتُ:إِنِّي أَمْضُغُ مِنْ نَاحِيَةٍ أُخْرٰى، فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** (سنن ابنِ ماجه،حديث نمبر ۳۴۴۳، واللفظ لهٗ، المعجم الكبير للطبراني، حديث نمبر ۷۳۰۴،مستدرک حاکم، حديث نمبر ۵۷۰۳) [۱]

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا،اور آپ کے سامنے اس وقت روٹی اور کھجور تھی،تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریب ہوجایئے،اور کھایئے،تو میں نے کھجور کھانی شروع کی،تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کھجور کھاتے ہیں، حالانکہ آپ کو آشوبِ چشم ہے؟تو میں نے کہا کہ میں دوسری طرف سے چبا رہا ہوں(جس طرف کی آنکھ میں آشوبِ چشم نہیں ہے)تو یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرادیئے(ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ جس وقت مزاج میں حدت وگرمی ہو، جیسا کہ آشوبِ چشم کی بیماری میں عموماً ایسا ہوتا ہے،تواس وقت کھجور کا کھانا طبی اعتبار سے مفید نہیں ہوتا۔

اور کیونکہ یہ ایک طبی مسئلہ ہے،شرعی اعتبار سے کوئی گناہ نہیں،اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی تاویل کی تردید نہیں فرمائی۔

(جاری ہے............)

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

البطيخ بالرطب، ويقول " :يدفع حر هذا برد هذا وبرد هذا حر هذا ."وفى البطيخ عدة أحاديث لا يصح منها شىء غير هذا الحديث، والمراد به الأخضر، وهو بارد رطب فيه حلاوة، وهو أسرع انحدارا من القثاء والخيار(مرقاة، ج۷ص ۲۷۰۲، كتاب الاطعمة)

[۱] قال الحاكم:صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ .

وقال الذهبى فى التلخيص: صحيح .

**اخبارِ ادارہ** مولانا محمد امجد حسین

# ادارہ کے شب وروز

□......منگل ۱۶/ ربیع الآ خر، مفتی محمد رضوان صاحب (مدیر) کا بمع اہلِ خانہ، جناب مولانا خلیل اللہ صاحب (کلرسیداں) کے ہاں تشریف لے گئے، مولانا محمد ناصر بھی ان کے ہمراہ تھے، شام کو واپسی ہوئی۔

□......۱۸/ ۲۵/ جمادی الاولیٰ، و۲/ ۹/ ۱۶ جمادی الاخریٰ جمعہ متعلق مساجد میں وعظ ومسائل کی نشستیں ہوئیں۔

□......۲۰/ ۲۷/ جمادی الاولیٰ، و۴/ ۱۱/ ۱۸/ جمادی الاخریٰ اتوار بعد عصر ہفتہ وار مجلس ملفوظات منعقد ہوتی رہی۔

□......۱۶/ جمادی الاولیٰ، بدھ مفتی محمد رضوان صاحب (مدیر) اپنے پھوپھی زاد بھائی جناب سہیل خان صاحب کے ہمراہ بعد عصر حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں حاضر ہوئے، مغرب کی نماز میں حضرت سے ملاقات وزیارت ہوئی۔

□......۱۷/ جمادی الاولیٰ جمعرات، صبح دس بجے مفتی محمد رضوان صاحب (مدیر) جناب حکیم کلیم اختر مرزا صاحب کی دعوت پر اِن کی زیرِ نگرانی تیار ہونے والے''اسلام آباد طبیہ کالج'' (ویسٹریج) میں تشریف لے گئے، اور وہاں کالج کا معائنہ کیا، اوراس کے لئے دعائے خیر کی، مولانا محمد ناصر صاحب بھی ہمراہ تھے۔

□......۱۷/ جمادی الاولیٰ، جمعرات کو مولانا طارق محمود صاحب کا اشاعتِ کتب کے سلسلہ میں لاہور کا سفر ہوا، رات گئے واپسی ہوئی۔

□...... ۱۹/ جمادی الاولیٰ، ہفتہ بعد ظہر، مفتی جمیل الرحمٰن صاحب (جامعہ امدادیہ، چکوال) اور مولانا فاروق صاحب دارالافتاء تشریف لائے۔

□...... ۱۸/ جمادی الاخریٰ جمعرات، شام کو احبابِ ادارہ بمعیت حضرت مدیر صاحب جناب شوکت صاحب (پنڈی ٹینٹ سروس) کے ہاں عشائیہ پر مدعو تھے۔

□......۲۰/ جمادی الاولیٰ، اتوار، صبح کے وقت اسلام آباد سے حضرات اہلِ علم کی ایک جماعت ایک علمی سلسلہ میں دارالافتاء میں تشریف لائی، اور حضرت مدیر صاحب سے ملاقات ومجالست ہوئی۔

□......۳۰/ جمادی الاولیٰ، بروز جمعرات مفتی محمد رضوان صاحب (مدیر) بمع اہلِ خانہ مفتی منظور احمد صاحب (بحریہ ٹاؤن) کے گھر عشائیہ پر مدعو تھے، مولانا محمد ناصر صاحب بھی ہمراہ تھے۔

□......۱۳/ جمادی الاخریٰ، بروز منگل، دوپہر کے وقت مفتی محمد رضوان صاحب (مدیر) صدر میں جناب عبدالحق صاحب کے نئے ہوٹل کے افتتاح میں شریک ہوئے، مولانا محمد ناصر صاحب بھی ہمراہ تھے۔

Idara Ghufran

## اخبارِ عالم

ابو رملہ

### دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

✍ 17 / اپریل: وسطی امریکا میں طوفان نے تباہی مچادی، 3 بچوں سمیت 9 افراد ہلاک، ریاست میسی سیپی اور الباما میں 2 درجن کے قریب بگولے، بجلی کا نظام درہم برہم، گھروں کی چھتیں اڑ گئیں، متعدد گاڑیاں ہوا میں اچھل کر دور جا گریں ✍ 18 / اپریل: پاکستان: مشکوک سرگرمیوں میں ملوث بھارتی سفارتکار ''اشوک شرما'' ملک بدر، چند روز قبل خفیہ اداروں نے اشوک شرما کو گرفتار کیا تھا ✍ 19 / اپریل: امریکی ریاستوں میں طوفان سے ہلاکتوں کی تعداد 50 سے بڑھ گئی ✍ 20 / اپریل: پاکستان: زمین سے زمین پر مار کرنے والے بیلسٹک میزائل کا کامیاب تجربہ، ملٹی ٹیوب ''نصر نائن'' 60 کلومیٹر تک ہدف کو نشانہ بنانے کے ساتھ ایٹمی ہتھیار بھی لے جاسکے گا ✍ 21 / اپریل: پاکستان: پنجاب بینک کو 77 ارب روپے کا نقصان پہنچایا گیا، حارث اسٹیل ملز کو قرضوں کی رپورٹ عدالتِ عظمیٰ میں پیش ✍ 22 / اپریل: پاکستان: کراچی، جوّے کے اڈے میں بم دھماکہ، 16 ہلاک، 42 سے زائد زخمی ✍ 23 / اپریل: پاکستان: شمالی وزیرستان، امریکی حملے میں خواتین، بچوں سمیت 25 جاں بحق ✍ 24 / اپریل: پاکستان: بے نظیر قتل کیس، برطانیہ نے مشرف کے وارنٹ گرفتاری کی تعمیل سے انکار کردیا ✍ 25 / اپریل: پاکستان: احتساب ادارہ مکمل طور پر مفلوج، کرپشن کے 1620 کیسز التواء کا شکار ✍ 26 / اپریل: افغانستان: 106 کمانڈروں سمیت 541 طالبان، قندھار جیل میں سرنگ بنا کر نکلنے میں کامیاب ✍ 27 / اپریل: پاکستان: کراچی، بحریہ کی دو بسوں پر بم حملے، خاتون سمیت 4 جاں بحق، 56 افراد زخمی ✍ 28 / اپریل: پاکستان: نیٹو وافغان فوج کا پاکستان کی سرحدی چوکی پر حملہ، ایک اہل کار جاں بحق، جوابی کاروائی میں 3 افغان فوجی بھی مارے گئے ✍ 29 / اپریل: پاکستان: کراچی، بحریہ کی ایک اور بس پر حملہ، 4 اہل کار جاں بحق ✍ 30 / اپریل: پاکستان: کروز میزائل حتف 5 رعد کا کامیاب تجربہ ✍ یکم / مئی: پاکستان: پیٹرول 4.85، ڈیزل 9.32 روپے فی لیٹر مہنگا ✍ 02 / مئی: پاکستان: ق لیگ، پی پی حکومت میں شامل، 10 وزراء آج حلف اٹھائیں گے ✍ 03 / مئی: پاکستان: اسامہ بن لادن کو ایبٹ آباد میں شہید کرنے کا امریکی دعویٰ ✍ 04 / مئی: پاکستان: نیٹو سپلائی کی وجہ سے قومی شاہراہوں کو 122 ارب کا نقصان ✍ 05 / مئی: پاکستان: سی این جی 2 روپے کلو مہنگی ✍ 06 / مئی: پاکستان: کراچی، اہل سنت والجماعت اور سنی تحریک کے کارکنوں سمیت 5 افراد قتل، 3 روز پرانی لاش برآمد ✍ 07 / مئی: پاکستان: پاکستانی خودمختاری کی پھر خلاف ورزی، امریکی

Iqra Gharfan

ڈرون حملے میں 18 قبائلی شہید ✿ 08 /مئی: افغانستان: طالبان کے قندھار میں 10 دھماکے، 6 خودکش حملے، گورنر کو یرغمال بنالیا ✿ 09 /مئی: پاکستان: پشاور، صوبائی وزیرِ زراعت ارباب ایوب کے گھر کے باہر بم دھماکہ، مہمند ایجنسی میں جھڑپ 7 عسکریت پسند جاں بحق ✿ 10 /مئی: پاکستان: راولاکوٹ، مسافر بس، پہاڑی نالے میں گرگئی، 11 جاں بحق، 30 زخمی ✿ 11 /مئی: پاکستان: جنوبی وزیرستان، پشاور، نوشہرہ، امریکی حملے میں 5 قبائلی شہید، بم دھماکوں میں 3 افراد جاں بحق ✿ 12 /مئی: پاکستان: کراچی میں سعودی قونصلیٹ پر بم حملہ، عملہ محفوظ رہا ✿ 13 /مئی: پاکستان: شمالی وزیرستان، امریکی حملے میں 8 افراد شہید، پاک افغان فورسز جھڑپ، 3 جاں بحق ✿ 14 /مئی: پاکستان: پارلیمنٹ کا اِن کیمرہ اجلاس، امریکی آپریشن، جنرل پاشا کا اعترافِ ناکامی، استعفے کی پیش کش، آزاد تحقیقاتی کمیشن کے قیام، امریکا سے تعلقات، دہشت گردی کے خلاف جنگ کی پالیس پرنظرِ ثانی کی قرارداد منظور، عمل درآمد کا فیصلہ ✿ پاکستان: شبقدر، چارسدہ، ایف سی ٹریننگ سنٹر کے باہر خودکش دھماکے، 77 اہل کاروں سمیت 80 جاں بحق ✿ 15 /مئی: پاکستان: کھاریاں، بس میں بم دھماکہ، خواتین، بچوں سمیت 8 افراد جاں بحق ✿ پاکستان: شبقدر دھماکوں میں جاں بحق ہونے والوں کی تعداد 98 ہوگئی ✿ 16 /مئی: پاکستان: خیبر، پختونخواہ اور پنجاب کے متعدد علاقوں میں زلزلے کے شدید جھٹکے ✿ 17 /مئی: پاکستان: کراچی، سعودی سفارتکار دن دہاڑے قتل ✿ 18 /مئی: پاکستان: نیٹو ہیلی کاپٹروں کی پاکستانی حدود میں گھس کر شیلنگ، 2 اہلکار زخمی ✿ 19 /مئی: پاکستان: چین، پاکستان کو 17 کڑور یوآن اور 50 جے ایف طیارے دے گا ✿ 20 /مئی: پاکستان: لاپتا افراد کے لواحقین کو 60 ہزار روپے سالانہ، گزارہ الاؤنس دینے کا فیصلہ۔

---


(بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن

# ماہِ رجب کے فضائل واحکام

ماہِ رجب کے فضائل ومسائل، احکامات وہدایات، ماہِ رجب کی بدعات ومنکرات

ستائیس رجب کے منکرات ورسمیں، اسراء ومعراج کی حقیقت

معراج کے واقعات ومناظر، ماہِ رجب کے تاریخی واقعات

مصنّف: مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان